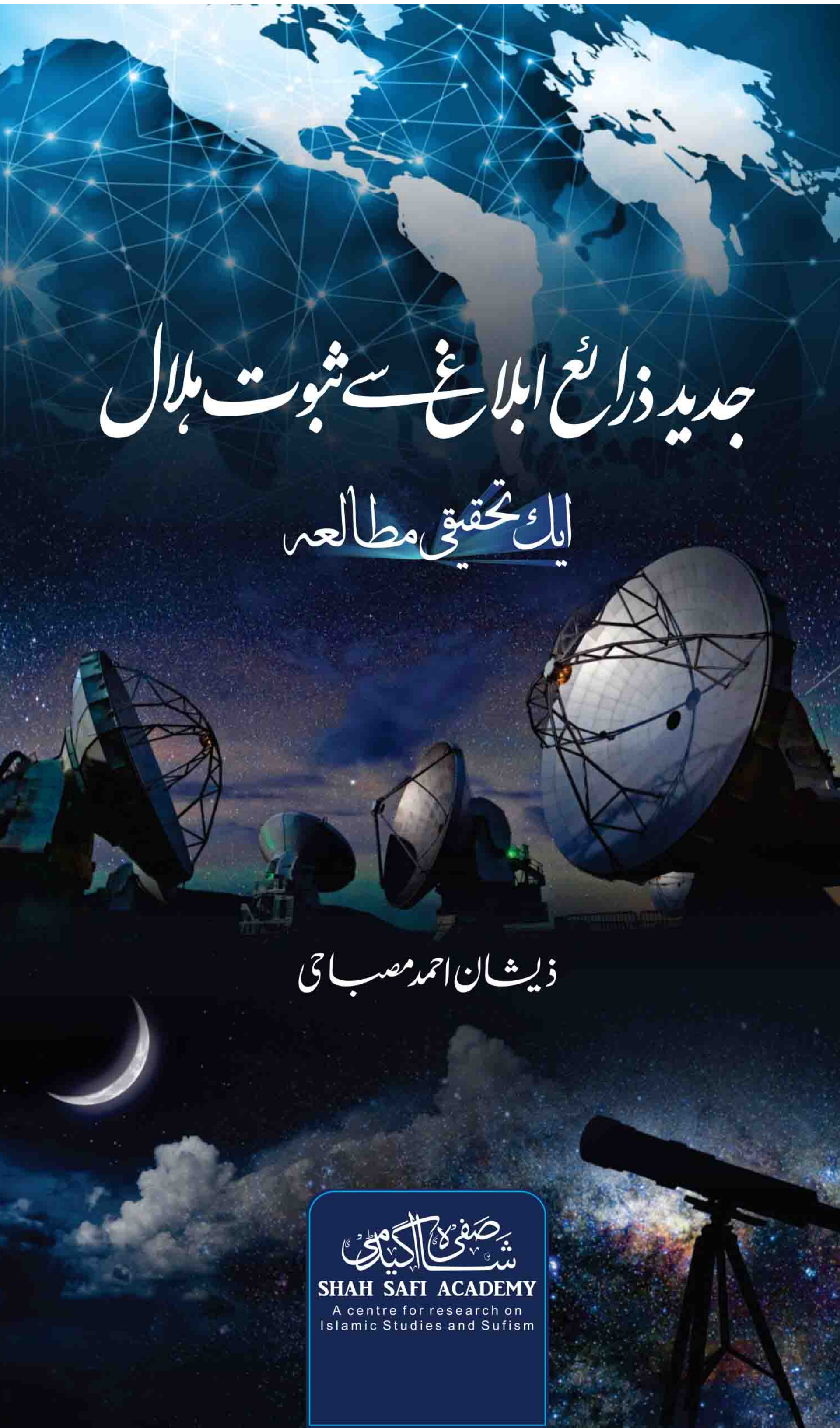

جدید ذرائع ابلاغ سے ثبوت ہلال

ایک تحقیقی مطالعہ

ذیشان احمد مصباحی

شاہ صفی اکیڈمی

SHAH SAFI ACADEMY

A centre for research on
Islamic Studies and Sufism

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ (البقرہ:۱۸۹)

جدید ذرائع ابلاغ سے ثبوت ہلال

ایک تحقیقی مطالعہ

ذیشان احمد مصباحی

سلسلۂ مطبوعات نمبر (۱۸)

©جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

کتاب:	جدید ذرائع ابلاغ سے ثبوت ہلال-ایک تحقیقی مطالعہ
تحریر:	ذیشان احمد مصباحی
تقریظ:	مولانا ابوسعد حسن صفوی
تقدیم:	مولانا غلام مصطفیٰ ازہری
سال اشاعت:	جولائی ۲۰۱۸ء/ ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ
ضخامت:	۱۰۱ صفحات
قیمت:	۵۰ روپے
ناشر:	شاہ صفی اکیڈمی، خانقاہ عارفیہ، سید سراواں، الٰہ آباد (یو پی)

Jadeed Zarae Iblaagh se Suboot-e-Helal

Written by: **Zishan Ahmad Misbahi**

Published by: **Shah Safi Academy**, Khanqah-e-Arifia

Saiyid Sarawan, Kaushambi, Allahabad U.P.(India) 212213

Ph:931292295 / 9559451466 -Email:shahsafiacademy@gmail.com

قد أفلح من تزكى

انتساب

محقق عصر، عالم بے بدل، فقیہ اسلام

علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ

(پیدائش: ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء - وفات: ۱۴۳۷ھ/۲۰۱۶ء)

کے نام

جنھوں نے جدید فقہی مسائل کی تحقیق میں ایک نئے منہج کی بنا رکھی
اور فقہیات کے اس جمود کو توڑا جس کے قریب سے گزرنے کو غیر مقلدیت ہی نہیں،
سراپا ضلالت تصور کر لیا گیا تھا۔

اعتراف		۷
تقریظ	مولانا ابوسعد حسن صفوی	۸
تقدیم	مولانا غلام مصطفیٰ ازہری	۱۰
حرف آغاز		۲۰
ماہ نو کی معرفت		۲۲
رویت ہلال سے ثبوت رویت ہلال تک		۲۵
اثبات ہلال اور اعلان ہلال		۳۰
اثبات ہلال کے طریقے		۳۲
۱-شہادت رویت		۳۳
ویڈیو کالنگ اور ویڈیو کانفرنسنگ		۳۴
معلوم موبائل نمبر سے معلوم شخص کی موثوق گفتگو		۴۱
۲-دوسرے کی شہادت کی شہادت		۴۹
۳-قاضی کے فیصلے کی شہادت		۴۹
۴-قاضی کا مکتوب دوسرے قاضی کے نام		۵۰
ای میل، وہاٹس ایپ، میسیج وغیرہ		۵۳
فون اور موبائل		۵۴
۵-مشہور و مستند خبر		۶۰
علامہ رحمتی کا بیان		۶۲
مخبرین کی تعداد		۶۴
مفتی رشیدی کا ارشاد		۶۷
افواہ سے احتراز		۶۸

اعلان ہلال کے طریقے ۷۰

ا-قدیم طریقے ۷۱

الف-منادی سلطان ۷۱

ب-توپ اور شمع منارہ ۷۳

۲-جدید طریقے ۷۵

الف- ٹیلی ویژن ۷۶

ب- پریس کانفرنس ۷۷

ج-ویب سائٹ اور بلاگ ۷۷

د-فیس بک اور ٹیوٹر ۷۷

ہ-ویڈیو ریکارڈنگ ۷۸

و-وہاٹس ایپ اور ٹیلی گرام ۷۸

ز-ایف ایم ریڈیو ۷۸

ح-وائس اور ویڈیو کالنگ ۷۸

اختلاف مطالع کا اعتبار ۸۰

اثر ابن عباس ۸۱

مذاہب اربعہ ۸۳

مذہب شافعی کی تحقیق ۸۴

مذہب حنفی کی تحقیق ۸۴

تجزیہ ۸۸

تطبیق ۸۹

تنبیہ ۹۱

مسئلے کا حل ۹۲

ا-بین المسالک رویت ہلال کمیٹی کی تشکیل ۹۲

۲-گروہی اعلانات ۹۵

حرف اختتام ۹۷

اعتراف

حَامِداًوَ مُصَلِّیاًوَ مُسَلِّمًا

حمد وصلاۃ کے بعد میں شکر گزار ہوں سراپا حکمت و بصیرت مرشد گرامی حضرت داعی اسلام کا جن کی تحریک، توجیہ اور تنویر کے بعد ہی یہ کتاب مکمل ہو سکی۔ اللہ کریم ان کی حیات کو دراز فرمائے اور ان کی توجیہات علمیہ اور فیوضات عرفانیہ کو عام و تام فرمائے۔

میں صاحب زادۂ والا تبار حضرت مولانا ابوسعد حسن صفوی کا بھی ممنون کرم ہوں، جنھوں نے اپنے تحسینی و تشجیعی کلمات سے سرفراز فرمایا۔ حضرت مولانا غلام مصطفیٰ ازہری صاحب کا بھی بے پناہ شکریہ جنھوں نے فلکیات کے حوالے سے اپنی علمی تقدیم کے ذریعے کتاب کی علمیت وثقاہت میں اضافہ فرمایا۔ علاوہ ازیں جامعہ عارفیہ کے دیگر اساتذہ اور ریسرچ اسکالرز کا بھی شکریہ جنھوں نے کتاب کا پروف پڑھا اور اپنے افادات واصلاحات سے نوازا۔

آخر میں اپنی بے بضاعتی کا کھلے دل سے اعتراف کرتے ہوئے اہل علم کی بارگاہ میں التماس ہے کہ کتاب کے اندر جو بھی علمی وفقہی اسقام رہ گئے ہوں، ان کی راست نشان دہی فرمائیں، اگلی اشاعت میں لازماً ان کی اصلاح کر لی جائے گی اور اس کی جو باتیں عصری تناظر میں مفید وکار آمد ہوں، ان پر عمل کی راہیں تلاش کریں، تاکہ امت کو اس اہم مسئلے میں آسانی فراہم ہو۔

تقریظ

دین اسلام نے مذہبی معاملات میں اوقات کی تعیین کے لیے قمری تقویم کو مقرر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ (البقرہ:۱۸۹)(لوگ آپ سے نئے چاندوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، آپ فرمادیں کہ یہ لوگوں کے (دینی و دنیوی امور) اور حج کے اوقات کے لیے علامت ہیں۔

اس مسئلے کی حساسیت کا اندازہ اس سے بہ خوبی کیا جاسکتا ہے کہ زمانۂ قدیم سے ہی مسئلۂ رویت پر علمانے کافی کچھ لکھا ہے۔ فقہا کے مابین اس سے متعلق کئی مباحث مابہ النزاع رہے ہیں۔ ہر دور میں علمانے اپنے اپنے زمانوں کی سہولیات ورعایات کا اعتبار کرتے ہوئے اس مسئلے کو حل کرنے کی تدابیر بھی فرمائی ہیں۔ کتب فقہ وفتاویٰ ان سے مملو ہیں، جس پر عرب کی کہاوت ماترک الأول للآخر (اگلوں نے بعد والوں کے لیے کچھ چھوڑا ہی نہیں) صادق آتی ہے۔ اس کے باوجود زمان ومکان کی تبدیلی، بالخصوص سائنسی علوم کی ترقی کے دور میں یہ اور اس طرح کے بے شمار مسائل کے حل کے لیے جدید آلات کی ایجاد نے عرب ہی کی ایک دوسری کہاوت کم ترك الأول للآخر (اگلوں نے بعد والوں کے لیے بہت کچھ چھوڑ رکھا ہے) کو بھی سچ کر دکھایا۔

چنانچہ اس علمی و دینی فریضے کو انجام دینے کے لیے عرب و عجم کے بہت سے صاحب نظر علما نے اس جانب توجہ فرمائی اور اس پر اپنی تحقیق پیش کی۔ عصر حاضر کے صاحب نظر عالم مولانا ذیشان احمد مصباحی نے بھی اپنی تحقیقی بصیرت کا ثبوت دیتے ہوئے اس میدان میں داد تحقیق دی ہے۔

زیر نظر رسالہ وہی فکر انگیز تحقیق ہے جسے ہم اپنے باشعور قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے خوشی محسوس کر رہے ہیں۔ **شَکَرَ اللّٰہُ سَعیَہُ وَ جَزَاہُ أَحسَنَ الجَزاءَ**۔ اس سے قبل یہ تحریر ماہ نامہ جام نور دہلی (اگست ۲۰۱۳ء) اور ماہ نامہ خضر راہ الہ آباد (ستمبر ۲۰۱۳ء) میں ایک مختصر مضمون کی شکل میں- چاند کا ثبوت، جدید ذرائع ابلاغ اور ہمارا طرز فکر و عمل- کے عنوان سے شائع ہو چکی ہے۔ اس سال رمضان ۱۴۳۹ھ کے موقع پر جس طرح سے ہلال رمضان شمال وجنوب کی کشمکش میں الجھا رہا، اس کے پیش نظر حضرت مرشد گرامی کے حکم سے مولانا موصوف حفظہ اللہ نے اس پر نظر ثانی کی اور تمام تر حوالہ جات و تفصیلات کے اضافے کے بعد اسے از سر نو مرتب کرتے ہوئے رویت ہلال کے باب میں جدید ذرائع ابلاغ کے اعتبار کے مسئلے کو مفصل و مبرہن فرمایا۔

امید ہے کہ قارئین با تمکین اس علمی ضیافت سے محظوظ ہوں گے اور ہمیں اپنی قیمتی آرا سے آگاہ فرمائیں گے۔

ابو سعد حسن صفوی

ڈائریکٹر: شاہ صفی اکیڈمی، خانقاہ عارفیہ، سید سراواں، الہ آباد (یوپی)

تقدیم

مسئلۂ ہلال میں علوم فلکیات کا اعتبار

جناب مطیع الرحمن مرحوم جو رشتے میں میرے نانا تھے اور بلاک میں شعبۂ زراعت کے کسی عہدے پر فائز تھے، ہمیں بچپن میں تعلیم کی طرف رغبت دلانے کے لیے اکثر کہا کرتے تھے: اسکول جایا کرو، محنت سے پڑھا کرو، ورنہ آنے والے زمانے میں کھیتوں میں کام کرنے کے لیے بھی میٹرک تک کی تعلیم ضروری ہوگی اور کسانی کی مراعات حاصل کرنے کے لیے شعبۂ زراعت سے گریجویٹ ہونا ضروری ہوگا۔

ان کی یہ پیشین گوئی بہت سارے ملکوں میں ثابت ہو چکی ہے۔ اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ تقریباً تمام ترقی یافتہ ملکوں میں ناخواندگی تو ختم ہوگئی ہے، اس کے باوجود زراعت میں اضافہ ہورہا ہے، گویا تعلیم یافتہ لوگ ہی زراعت کر رہے ہیں۔ ہندوستان جیسے ترقی پذیر ممالک ابھی بھی ہر شعبہ میں ایسے لوگوں سے کام چلا رہے ہیں جو اس شعبہ کے ماہر نہیں ہیں، بلکہ صرف تعلیم یافتہ ہیں، یا اس شعبہ کا انھیں صرف خاندانی تجربہ حاصل ہے۔

ہندوستان میں تقریباً شعبہ اسلامیات کا بھی یہی حال ہے۔ چند قدیم متون اور فتاوی کی کتابوں کو پڑھنے والا ہر نئے پرانے مسئلے پر خامہ فرسائی کر دیتا ہے۔ اسے تو معاصرین کی نئی تحقیقات کا علم نہیں ہوتا، چہ جائے کہ وہ خود کوئی نئی تحقیق پیش

کر سکے۔ جن مسائل کو نصف صدی پہلے علما نے نہ صرف بحث کا موضوع بنایا بلکہ اس پر اتفاق رائے کرلیا ہے یا اختلاف آرا کی صورت میں ہر اسکالر اپنے زیر اثر حلقہ میں فریق مخالف پر طعن و تشنیع کیے بغیر اپنی رائے پر عمل پیرا ہے، ان مسائل کی قسمت ابھی بھی ہندوستان میں نہیں کھلی ہے۔ گویا ہندوستان ابھی شعبۂ اسلامیات میں بھی ترقی پذیر ہے۔ اس لیے عمومی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہاں کے علما اگلی دہائی میں بھی دنیا کے عظیم اسلامی اسکالرز کی طرح اسلام سے جدید دنیا کو روشناس کرانے میں کوئی اہم کردار ادا نہیں کرنے جارہے ہیں۔

زیر بحث مسئلہ فلکیات کے دو اہم شعبہ؛ **فلکی میکانیات** (Celestial Mechanics) اور **علم الفلک الکروی** (Spherical Astronomy) سے متعلق ہے۔ یہی وہ علوم ہیں جن کی بنیاد پر خلائی سفر اور چاند پر اترنا آسان ہوگیا۔ ماہرین ہر دن کسی نئے سیارہ پر کمند ڈالنے کے فراق میں ہیں۔ انہی دو علوم کی وجہ سے بہت سارے بحری اور فضائی امور بدیہیات اور یقینیات میں شامل ہوگئے ہیں۔ اس وقت پوری دنیا میں یہ علوم معتمد سمجھے جاتے ہیں۔

علماے ازہر کا موقف

۲۹ مئی ۲۰۱۸ء کو ڈاکٹر شوقی ابراہیم علام مفتی اعظم دیار مصریہ نے دار الافتاء المصریۃ کے فیس بک پیج پر ایک وضاحتی بیان جاری کیا:

لم يحدث -عَبر ما يزيد عن أربعين عامًا تتبعت دار الإفتاء المصرية خلالها هذه الطريقة في رصد الأهلة- أن وقع اختلاف أو خطأ، فلم يقل أحد إن الهلال موجود في حين أن الحساب ينفي وجود الهلال، ولم يكذب أحد رؤية الهلال في الوقت الذي أكد الحساب فيه رؤيته.

دارالافتاء مصریہ چالیس سال سے رویت ہلال کے معاملے میں علوم فلکیہ کا اتباع کررہا ہے، لیکن ان چالیس سالوں میں نہ کوئی اختلاف واقع ہوا اور نہ کوئی غلطی وجود میں آئی۔ چنانچہ اس پوری مدت میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ حساب فلکی کی نفی کے باوجود کسی شخص نے وجود ہلال کا دعویٰ کیا ہو اور نہ کبھی ایسا ہوا کہ حساب فلکی نے رویت کی پیشین گوئی کی ہو اور چاند نہ دیکھا گیا ہو۔

ڈاکٹر علی جمعہ سابق مفتی اعظم دیار مصریہ نے اپنے فتوی نمبر: ۲۳۴۵ بتاریخ ۱۰/دسمبر ۲۰۱۱ء میں حساب فلکی کے تعلق سے لکھا ہے:

الحساب الفلكي أحد وسائل إثبات ظهور الهلال، وقد دلت الأدلة من القرآن والسنة المطهرة والمعقول على أخذ واعتبار الحساب الفلكي، وجمهور العلماء على اعتباره، وأن معارضته للرؤية البصرية الصحيحة غير ممكن؛ فإن الحساب الفلكي قطعيٌّ، ولمّا كانت الرؤية البصرية مظنة الخطأ: فإنها إن خالفت الحساب الفلكي فلا يعتد بها؛ لأن القطعيَّ مقدمٌ على الظني.

حساب فلکی بھی رویت ہلال کے اثبات کا ایک وسیلہ ہے۔ حساب فلکی کو بروے کار لانے اور قابل اعتبار سمجھنے پر کتاب وسنت اور قیاس سے دلیلیں موجود ہیں۔ جمہور علما بھی اس کو معتبر سمجھتے ہیں۔ حساب فلکی کا درست عینی مشاہدے سے اختلاف ناممکن ہے؛ کیوں کہ حساب فلکی قطعی ہے، جب کہ رویت بصری میں خطا کا امکان ہے۔ لہٰذا رویت جب حساب فلکی کے خلاف ہو تو رویت پر اعتماد نہیں کریں گے، کیوں قطعی ظنی پر مقدم ہوتا ہے۔

ماہرین فلکیات کے تجربات سے اور ان دونوں مفتیان کرام کے بیان سے واضح ہو گیا کہ اثبات ہلال کے مسئلے میں اس علم سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ گذشتہ

نصف صدی میں عالم اسلام میں کن ممالک نے کس حد تک اس علم پر اعتماد کیا ہے، اس کی اجمالی تصویر ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

مسلم ممالک کا تعامل

ہلال کے سلسلے میں حساب فلکی کے اعتبار وعدم اعتبار کے حوالے سے عالم اسلام، خاص طور سے عرب ممالک کے علمائے شریعت کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو انھیں بنیادی اعتبار سے تین حصوں میں منقسم پاتے ہیں:

۱- پہلا گروہ قدیم روش پر قائم ہے، صرف رویت عینی کو ہی تسلیم کرتا ہے اور حساب فلکی کا بالکل ہی اعتبار نہیں کرتا۔ اس گروہ کا سرخیل سعودی عربیہ ہے۔ قطر، کویت، عرب امارات، بحرین، یمن، شام اور اردن کا اپنا قاضی اور رویت ہلال کمیٹی ہے، لیکن اس کے باوجود یہ سب لوگ سعودیہ ہی کی پیروی کرتے ہیں۔ ہندوستان، پاکستان اور بنگلادیش میں بھی اسی قدیم طریقے پر عمل کیا جاتا ہے۔

۲- دوسرا گروہ حساب فلکی کو رویت شرعیہ صحیحہ کے لیے اساس ومقدمہ کے طور پر تسلیم کرتا ہے، یعنی اگر حساب فلکی نے رویت کا انکار کیا ہے تو اسی کو تسلیم کریں گے۔ اس درمیان بالفرض کچھ لوگوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نے چاند دیکھا ہے تو ان لوگوں کے دعوے کو تسلیم نہیں کریں گے؛ کیوں کہ حساب فلکی قطعی ہے اور ان کی رویت چوں کہ ظنی ہے، اس میں خطا ہوسکتی ہے۔ لیکن حساب فلکی کے اعتبار سے رویت ہلال ممکن ہونے کی صورت میں رویت عینی کے بعد ہی اعلان کرتے ہیں۔ گویا یہ گروہ قدیم وجدید کا سنگم ہے۔ اس فکر کے سرخیل شیوخ ازہر اور ان کے ہم نوا علما ہیں۔ ان کے یہاں اعتدال ووسطیت ہے۔ اسی لیے گذشتہ نصف صدی میں کئی ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں جب سعودیہ میں روزہ قضا کروایا گیا یا زیادہ رکھوادیا گیا، لیکن مصر میں ایسا کوئی حادثہ پیش نہیں آیا۔

۳- تیسرے گروہ نے حساب فلکی کو رویت عینی کی جگہ بالکلیہ تسلیم کرلیا ہے۔ لیبیا، تیونس، الجزائر، ترکی، ملیشیا، برونائی، انڈونیشیا وغیرہ ممالک میں اسی موقف کے اعتبار سے رویت ہلال کا اعلان ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان ممالک کے ماہرین نے علم فلکی کو تسلیم کرنے میں الگ الگ نظریے کا اعتبار کیا ہے، جس کی قدرے تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

(الف) تیونس نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ قمری مہینہ کی ۲۹ تاریخ کو غروب آفتاب کے بعد اگر نیا چاند ایک منٹ کے لیے بھی ٹھہر گیا تو اگلے دن نیا مہینہ ہوگا۔

(ب) ترکی اور الجزائر نے ۱۹۷۸ء کے استنبول میں منعقد اسلامی کانفرس کے فیصلے کو اختیار کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نیا چاند افق سے ۵ ڈگری اوپر ہو، اور چاند کی دوری طول میں سورج سے ۷ ڈگری ہو یعنی قمری مہینہ کی ۲۹ تاریخ کو غروب آفتاب کے بعد نیا چاند کم سے کم ۲۰/ منٹ رکا رہے، تبھی اگلا دن نئے مہینے کا دن مانا جائے گا۔

(ج) ملیشیا، برونائی اور انڈونیشیا کے علما نے نیا قمری مہینہ تسلیم کرنے کے لیے یہ شرط رکھی ہے کہ غروب شمس کے وقت چاند کی عمر ۸/ گھنٹہ ہو چکی ہو۔ افق سے چاند کی بلندی ۲/ آرک ڈگری (Arc degrees) ہو، طول وعرض (Angular Dimension) ۳/آرک ڈگری سے بڑا ہو۔

(د) لیبیا کے علما نے نئے مہینہ کے لیے صرف چاند کی پیدائش کو ہی کافی مانا ہے، ظہور ہلال کی شرط نہیں رکھی ہے۔ لیکن اس نظریے کو جمہور علما نے رد کر دیا ہے؛ کیوں کہ شرع میں ہلال کا اعتبار ہے نہ کہ صرف تولد قمر کا۔

ان تمام نظریات و آرا میں علماے مصر کا موقف ہی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے؛ کیوں کہ اس میں شک وشبہہ کی گنجائش بہت ہی کم ہے۔ علماے اسلام کے مذکورہ نظریات اور مسلم ممالک کے تعامل سے بھی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حساب فلکی

معتمد ہو چکا ہے۔ علماے ہند کو بھی اس جانب خاص طور سے توجہ دینی چاہیے؛ کیوں کہ اس کی مدد سے رمضان وعید کے موقع پر ظہور پذیر ہونے والے اختلاف وانتشار اور افراتفری پر بڑی حد تک کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔

قصۂ ہلال

سورج اور چاند کے ایک سیدھ میں آجانے کا وقت ولادت قمر (چاند کی پیدائش، Birth of the New Moon) یا اجتماع شمس وقمر (Conjunction) کہلاتا ہے اور اس حالت کو ''حالت محاق'' کہا جاتا ہے۔

ولادت قمر کے بعد گزرنے والا وقت ''چاند کی عمر'' کہلاتا ہے۔

عین ولادت کے وقت چاند کی عمر صفر ہوتی ہے۔

ولادت قمر کے وقت چاند کا جو نصف تاریک حصہ ہماری طرف ہوتا ہے، ہمیشہ وہی حصہ زمین کی طرف رہتا ہے۔ اس وقت اس کا روشن نصف حصہ ہمارے بالمقابل دوسری جانب ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے چاند ہمیں نظر نہیں آتا۔ یہ اجتماع ہر قمری ماہ کے آخری ایک دو دن میں ہوتا ہے۔ پہلی تاریخ کے بعد چاند آہستہ آہستہ آفتاب سے بطرف مشرق دور ہوتا جاتا ہے تو ہمیں اس کا چمکتا ہوا کنارہ نظر آتا ہے وہی کنارہ ''ہلال'' کہلاتا ہے۔

پھر اس کے روشن حصے کی مقدار بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ چودھویں کا چاند بن جاتا ہے۔ پھر گھٹنے لگتا ہے۔ یہی صورت حال ہر مہینے رہتی ہے۔

چاند کے تولد میں ماہرین کا اختلاف نہیں ہوتا ہے لیکن زمین پر دیکھے جانے کے سلسلے میں الگ الگ ماہرین کے معیار اور شرائط ہیں۔ اس سلسلے میں تفصیلی معلومات اور ہر قمری ماہ کی ابتدا کے بارے میں اس ویب سائٹ یا اس کے علاوہ دوسری سائٹز کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے: www.moonsighting.com

رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ کا چاند

۱۵؍مئی ۲۰۱۸ء بروز منگل، مشرق وسطیٰ کے اعتبار سے ۲۹؍شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ کو ڈاکٹر شوقی ابراہیم علام مفتی اعظم دیار مصریہ نے میڈیا کے سامنے یہ بیان دیا:

كشفت الحسابات الفلكية التى أعدها المعهد القومى للبحوث الفلكية، أن هلال شهر رمضان 2018 سيولد مباشرة بعد حدوث الاقتران فى تمام الساعة الواحدة و48 دقيقة ظهرا بتوقيت القاهرة المحلى اليوم الثلاثاء 29 من شعبان 1439 هجريا الموافق 15 مايو الجارى.

فلکی نیشنل ریسرچ سینٹر کی جانب سے ماہرین فلکیات نے یہ انکشاف کیا ہے کہ ۲۹؍شعبان ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۵؍مئی ۲۰۱۸ بروز منگل قاہرہ مصر کے معیاری وقت کے مطابق دن کے ایک بج کر اڑتالیس منٹ پر رمضان کا چاند تولد ہوگا۔

مذکورہ بالا سائٹ پر رمضان ۱۴۳۹ھ کے چاند سے متعلق یہ بیان موجود ہے:

The Astronomical New Moon (conjunction) is on May 15, 2018 (Tuesday) at 11:48 UT. On May 15, it is not easy to see it anywhere. On May 16, the moon can be seen easily every where except Japan and New Zealand (See visibility curves). [www.moonsighting.com]

رمضان المبارک کے چاند کی پیدائش عالمی معیاری وقت کے مطابق بروز منگل ۱۵؍مئی ۲۰۱۸ء کو ۱۱:۴۸ بجے ہوگی۔ ۱۵ مئی کو کہیں بھی یہ

چاند بہ آسانی نظر نہیں آئے گا۔ ۱۶ر مئی بدھ کو جاپان اور نیوزی لینڈ کے علاوہ دنیا کے ہر خطے میں چاند کا آسانی کے ساتھ دیکھا جانا ممکن ہوگا۔

ان دونوں بیانات کی روشنی میں ہندوستان میں ۱۵ مئی ۲۰۱۸ء بروز منگل یہاں کے معیاری وقت کے مطابق، شام ۵:۱۸ بجے رمضان کے چاند کی پیدائش ہوئی۔ گویا ہندوستان میں بدھ ۱۶ر مئی ۲۰۱۸ء کو غروب شمس کے وقت چاند کی عمر ۲۴ر گھنٹے سے زیادہ ہوچکی تھی۔ ماہرین فلکیات کے درمیان رویت ہلال یا ظہور ہلال کے لیے الگ الگ معیار ہیں، ان تمام معیارات کے مطابق بھی اس دن پوری دنیا میں بشمول ہند و پاک و بنگلا دیش چاند دیکھا جانا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس بار تقریباً سارے اسلامی ممالک میں ۱۷ر مئی جمعرات کے دن رمضان کا پہلا روزہ تھا۔ شمالی ہند کے صرف بریلوی علما نے اسے تسلیم نہیں کیا۔ ان کی بات کو درست تسلیم کرنے کی صورت میں حیرت ہوتی ہے کہ جو چاند انڈونیشیا اور ملیشیا میں طلوع ہوا، وہ ہندوستان کو Skip کر کے پاکستان اور اس کے بعد کے ممالک میں کیسے پہنچ گیا۔

خلاصۂ گفتگو

ہندوستانی علما، خاص طور سے جو لوگ مجالس رویت ہلال سے وابستہ ہیں، کو فلکیات کے ماہرین کی آرا کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے؛ کیوں کہ اب حساب فلکی محکم ہوچکا ہے۔ اس میں شک وشبہہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اگرچہ ظہور ہلال کے معیار میں علما کی آرا مختلف ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ حساب فلکی کے مطابق اعلان کردیں بلکہ علمائے مصر کی طرح جب حساب فلکی کے اعتبار سے چاند ہونا ممکن ہو، ایسی صورت میں عدم رویت کے اعلان میں جلدی نہ کریں، بلکہ نصف شب تک انتظار کریں اور ملک کے ہر گوشے سے اطلاع حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

اگر ہمت کرسکیں تو مشرق میں بنگلا دیش اور مغرب میں پاکستان سے بھی رابطہ

کرلیں کہ انھوں نے کس اعتبار سے رویت ہلال کو ثابت مانا ہے؛ کیوں کہ یہ دونوں ملک ماضی قریب میں ہندوستان ہی کا حصہ رہے ہیں، خاص طور سے پاکستان کی رویت ہلال کمیٹی سے رابطہ ہونا چاہیے، بصورت دیگر دنیا یہ کہہ کر ہنسے گی کہ یہ کیسا قانون ہے کہ ان کا چاند مشرق و مغرب میں تو دیکھا جاتا ہے مگر ہندوستان کو Skip کر جاتا ہے۔

اس کڑی کی آخری بات یہ بھی عرض کردوں کہ ہمارے بڑے اداروں کو اسلامیات سے آراستہ طلبہ کی ایک ٹیم کو اپنے خرچ پر جدید علم فلکیات پڑھانا چاہیے، کیوں کہ جب آپ کے اپنے طلبہ اس بارے میں معلومات فراہم کریں گے تو وہ آپ کے لیے زیادہ موثوق اور قابل اعتبار ہوگی۔

یہ مختصر تحریر حساب فلکی پر اعتبار یا عدم اعتبار کے لیے ایک تمہید ہے، ان شاء اللہ! اس پر ایک مکمل تحریر آئندہ کبھی لکھی جائے گی۔

کچھ اس کتاب کے بارے میں

رفیق گرامی مولانا ذیشان احمد مصباحی کی یہ مختصر اور جامع کتاب اپنی نوعیت کی منفرد تحقیق ہے جس میں انھوں نے جدید ذرائع ابلاغ سے ثبوت ہلال پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ انھوں نے قدیم ذرائع ابلاغ پر قیاس کرتے ہوئے جدید ذرائع ابلاغ کو منطبق کیا ہے، جیسا کہ عہد صحابہ و تابعین کے ذرائع ابلاغ پر قیاس کرتے ہوئے فقہاے اسلام نے اپنے اپنے عہد کے لحاظ سے کئی جدید ذرائع ابلاغ کا اضافہ کیا ہے۔ گویا موصوف نے فقہا کی کاوش کو آگے بڑھایا ہے، کوئی نئی طرح نہیں ڈالی ہے۔

مولانا موصوف کے اس علمی کام کی تحسین و تائید کے ساتھ ہمیں ان سے شکوہ یہ ہے کہ انھوں نے یہ کام ہم ہندوستانیوں کی روش کے خلاف کیا ہے؛ کیوں کہ ہماری جبلت میں جمود ہے، پانی سر سے گزر جانے کے بعد ہمیں ہوش میں آنے کی عادت ہے۔ انھوں نے اپنی تحقیق کو پیش کرنے میں اتنی جلدی کیوں دکھائی؟ اس کم عمری اور

جواں سالی میں ہی ہمیں زمانے سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کیوں کی؟ انھیں انتظار کرنا چاہیے تھا کہ ان کے اساتذہ و مشائخ اس جانب پہل کرتے۔ خیر! انھوں نے تو اس کام کو کردیا، اب دیکھنا یہ ہے کہ نئی نسل پرانی روش پر رہتی ہے یا اپنے اندر زمانے کے دوش بدوش چلنے کی ہمت جٹا پاتی ہے۔

یہ تاثرات ہمارے اس وقت کے تھے جب ہم نے کتاب پڑھی نہیں تھی۔ ان سے اور دوسرے لوگوں سے کتاب کے مشمولات پر تبادلہ خیال ہوا تھا، لیکن جب ہم نے حرف بہ حرف کتاب کا مطالعہ کیا تو میں نے ان سے کہا: حضرت! ہم تو ابھی بہت پیچھے ہیں، زمانہ قیامت کی چال چل چکا، ابھی ہم ذرائع ابلاغ پر ہی بحث کر رہے ہیں، جب کہ بہت سارے ممالک نے اس مسئلے کو حساب فلکیات سے حل کرنا شروع کردیا ہے۔ اس پر انھوں نے کہا کہ آپ اس پر مختصر روشنی ڈال دیں، ان شاء اللہ! بعد میں اس پر بھی باضابطہ کام کیا جائے گا۔ تقدیم کی صورت میں یہ مختصر تحریر ان کے اسی حکم کی تعمیل ہے۔

اللہ تعالیٰ مرشد گرامی عارف باللہ داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی دام ظلہ العالی کا سایۂ عاطفت دراز رکھے۔ یہ سارا کام انھیں کی توجہ اور حوصلہ افزائی سے عمل میں آیا۔ وماتوفیقی اِلا بِاللہ، وَالحمدُ للہ علٰی ذٰلک، والصَّلاۃُ والسَّلامُ علٰی نبیِّنا الھادِی وَالراشد۔

غلام مصطفی ازہری (انعام صفی)

۱۸؍رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ/ ۳؍جون ۲۰۱۸ء

حرف آغاز

رویت ہلال اور اس کے ثبوت کا مسئلہ کتاب الصوم کا ایک نہایت اہم مسئلہ ہے، جس پر فقہ کی بیشتر کتابوں میں گفتگو کی گئی ہے۔ فقہا نے ثبوت ہلال کے تعلق سے اپنے اپنے زمانے کے لحاظ سے ممکنہ حد تک شبہات والتباسات سے پاک طریقوں کی نشان دہی کی ہے۔ یہ ان کا امت پر بڑا احسان ہے۔ ان فقہا نے نہ صرف اپنے زمانے کے ترسیل وابلاغ کے طریقے بیان کیے ہیں، بلکہ ان طریقوں کے ضمن میں بعض ایسی بنیادی اور اصولی باتیں لکھ گئے ہیں، جن کی روشنی میں موجودہ زمانے کے جدید ذرائع ابلاغ وترسیل کی معتبریت کو پرکھا جا سکتا ہے۔

گذشتہ نصف صدی میں جدید ذرائع ابلاغ کی غیر معمولی ترقی نے دنیا کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے۔ آپ غور کریں تو موجودہ حالات کے تناظر میں متقدمین کے بیان کردہ طریقوں کے علاوہ ثبوت رویت کے کئی دوسرے نئے طریقے سامنے آئیں گے بلکہ آپ کو یہ بھی نظر آئے گا کہ متقدمین کے بتائے ہوئے بعض طریقے آج کے تناظر میں محض عبث اور Outdated ہیں۔ آج اپنی بات دوسرے تک پہنچانے کے لیے کتنے لوگ ہیں جو خط لکھتے ہیں۔ ہر شخص کے پاس مخصوص لوگوں کے نمبر ہوتے ہیں اور وہ جب چاہتا ہے اپنی بات اپنے مخصوص لوگوں تک بذریعۂ موبائل پہنچا دیتا ہے اور انہیں اس میں ذرہ برابر شک وشبہ نہیں ہوتا۔ مثلاً اگر آپ کے پاس

آپ کے بیٹے کا نمبر ہے اور آپ نے فون سے یہ بتادیا کہ آپ کی بیگم کا انتقال ہو گیا تو بیٹے کو اپنی ماں کی وفات میں ذرہ برابر شک نہیں ہوگا۔ اسے یقینی طور پر اپنی ماں کی وفات کا علم ہو جائے گا۔ اسی طرح فرض کیجیے کہ آپ دہلی کے قاضی ہیں اور آپ سے لکھنؤ کے قاضی نے، جسے آپ جانتے ہیں اور جس کا موبائل نمبر بھی آپ کے پاس محفوظ ہے، آپ کو فون کر کے بتایا کہ میرے پاس لکھنؤ میں رویت ہلال کی شہادت گزری ہے تو اس سے آپ کو اس شہادت کا قطعی یقین ہو گیا۔ اب ایسے میں آپ لکھنؤ کے قاضی سے اگر یہ مطالبہ کریں کہ آپ دو گواہوں کے سامنے ایک خط لکھیے اور بذریعۂ ہوائی جہاز انہیں جلد دہلی روانہ کیجیے، وہ میرے سامنے آکر گواہی دیں گے تب مجھے شہادت کا یقین ہوگا، تو نوجوان نسل آپ پر ہنسے گی۔

فقہا کی تمام عبارتوں کو چھان ڈالیے تو ان سے بس ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے اور وہ یہ کہ فقہا نے کوشش کی ہے کہ رویت ہلال کے ثبوت کا ظن غالب حاصل ہو جائے۔ صرف افواہوں کی بنیاد پر نہ روزہ رکھنا روا ہے نہ عید کرنا۔ اس بات کا ظن غالب ہونا چاہیے کہ کسی مقام پر چاند ہوا ہے اور قاضی کے سامنے اس کی شہادت گزری ہے اور اس سے متعلق شبہات اور غلط بیانیوں کا ممکن حد تک ازالہ ہونا چاہیے۔

جدید ذرائع ابلاغ کی ہمہ گیریت اور آفاقیت کے اس دور میں بھی جب کہ پوری دنیا ایک چھوٹی سی بستی کی شکل میں سمٹ آئی ہے، ابلاغ و ترسیل کے بڑھتے قدم نے مسافت اور دوری جیسے الفاظ کو بے معنی کر دیا ہے، بعض حضرات اپنی سادگی یا حسن تغافل کے سبب دوریاں پیدا کرنے، دیواریں اٹھانے اور تفریق پیدا کرنے کی شعوری یا غیر شعوری کوششیں کر جاتے ہیں۔ اس صورت حال کا ایک منظر ہندوستان میں ۲۹/ شعبان یا ۲۹/ رمضان کی شام کو دیکھنے کو ملتا رہتا ہے۔ ہلال رمضان و عید کے ثبوت کے لیے ہر گاؤں اور ہر قریہ کا امام شہادت رویت کے لیے ثقہ افراد کا متلاشی نظر آتا ہے۔

اس سلسلے میں بعض پڑھے لکھے لوگوں کے تجاہل عارفانہ پر حیرت ہوتی ہے جو چاند کے دوسرے تمام طریقوں مثلاً خبر مستفیض، اعلان قاضی وغیرہ سے خود کو ناواقف بتانے کی کوشش کرتے ہیں، خواہ اس کوشش میں عامۃ المسلمین حیران و پریشان ہی کیوں نہ ہوں۔ اس رات ان لوگوں کا تقویٰ بھی قابل دید ہوتا ہے، جن کی شبستان حیات ہر لمحے موبائل اور انٹرنیٹ کی فیض بخشیوں سے آباد رہتی ہے، لیکن اس رات موبائل اور انٹرنیٹ کا نام سن کر ایسے لاحول پڑھتے ہیں، جیسے یہ ذرائع ترسیل نہ ہوں، افواج ابلیس ہوں، جو اپنے مکر وفریب سے حضرت والا کے دامن اقدس کو مے آلود کر دینا چاہتی ہوں۔

ماہ نو کی معرفت

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قمری مہینے ۲۹ یا ۳۰ کے ہوتے ہیں۔ اس بات کو انسان نے صدیوں کے تجربات سے جانا ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی ایک امر مسلم ہے کہ پورے ماہ رمضان کے روزے فرض ہیں۔ اس کا ثبوت اس آیت کریمہ سے ہوتا ہے: فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ جو ماہ رمضان کو پالے وہ پورے ماہ روزے رکھے۔ (بقرہ: ۱۸۵)

اب رہا یہ سوال کہ کون سا مہینہ ۲۹ کا ہے اور کون سا ۳۰ کا، اس کا فیصلہ کیوں کر ہو؟ یہ کیسے معلوم ہو کہ کس سال کا شعبان ۲۹ ایام پر مشتمل تھا اور کس سال کے رمضان کے کل ۳۰ دن تھے؟ تو ممکنہ طور پر اس کے دو طریقے ہیں:

۱- ماہ نو کے چاند کا نظر آجانا۔

۲- سائنسی طور پر اس حقیقت کا علم ہو جانا کہ فلاں دن چاند ہو گیا یا ہو جائے گا۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے زمانے کے اعتبار سے دوسرے طریقے کو رد کر دیا اور صرف اول طریقے کو ہی مہینوں کی معرفت کا واحد ذریعہ قرار دیا۔ صحیح بخاری میں آپ کا یہ ارشاد موجود ہے:

ہم غیر تعلیم یافتہ قوم ہیں، ہم حساب و کتاب نہیں جانتے۔ مہینہ کبھی ۲۹ کا ہوتا ہے اور کبھی تیس کا۔ إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ، لاَ نَكْتُبُ وَلاَ نَحْسُبُ، الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا: يَعْنِي مَرَّةً تِسْعَةً وَعِشْرِينَ، وَمَرَّةً ثَلاَثِينَ (۱)

صحیح مسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل ہے:

چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو اور اگر آسمان ابر آلود ہو تو تیس روزے رکھو۔ إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلاَلَ فَصُومُوا، وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَصُومُوا ثَلاَثِينَ يَوْمًا۔ (۲)

ان دونوں روایات کے پیش نظر جمہور علماے اسلام نے ثبوت ہلال کے باب میں صرف رویت ہلال کو معتبر ذریعہ تسلیم کیا ہے۔ لہٰذا جب تک چاند نظر نہیں آجاتا یا ۳۰ کی گنتی پوری نہیں ہوجاتی، نئے مہینے کا آغاز نہیں ہوسکتا۔ اس کے ساتھ ہی علم فلکیات و نجوم کے ذریعے نئے ہلال کی معرفت اور نئے مہینے کے آغاز کے خیال کو سرے سے ہی مسترد کر دیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ یہ بات جمہور علماے اسلام کی رائے کے تناظر میں کہی گئی ہے، جب کہ بعض اہل علم اس بات سے اتفاق نہیں رکھتے۔ ان کا ماننا ہے کہ بخاری اور دیگر کتب حدیث میں اس قسم کی روایت بھی ہے: لَا تَصُومُوا حَتّٰى تَرَوُا الهِلاَلَ وَلَا تُفطِرُوا حَتّٰى تَرَوهُ، فَإِن غُمَّ عَلَيكُم فَاقدِرُوا لَهُ۔ (۳) چاند دیکھے بغیر روزہ مت رکھو اور چاند دیکھے بغیر عید مت کرو۔ البتہ اگر آسمان غبار آلود ہو تو اندازہ کرلو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ ۲۹ تاریخ گزارنے کے بعد اگر

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الصوم، بَاب قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لاَ نَكْتُبُ وَلاَ نَحْسُبُ

(۲) صحیح مسلم، کتاب الصیام، بَاب وُجُوبِ صَوْمِ رَمَضَانَ لِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ، وَالْفِطْرِ لِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ۔۔۔

(۳) صحیح بخاری، کتاب الصوم، بَاب قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا رَأَيْتُمُ الهِلاَلَ فَصُومُوا۔۔۔

چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ کا عدد مکمل کرنے کا حکم اس صورت میں ہے جب کہ آسمان ابر آلود نہ ہو۔ ابر آلود ہونے کی صورت میں اندازہ لگانے کا حکم ہے۔ چنانچہ علوم فلکیات کے حساب سے اس بات کا اندازہ لگایا جائے گا کہ آج رویت ہلال ممکن ہے یا نہیں۔ اگر رویت ممکن نہ ہو تو ۳۰ تاریخ مکمل کی جائے گی اور ممکن ہونے کی صورت میں نئے مہینے کا آغاز تسلیم کرلیا جائے گا۔ اس پر تفصیلی گفتگو ان شاء اللہ اگلی کتاب میں ہوگی۔(۱)

یہاں پر ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذکورہ بالا ارشاد: [إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ، لاَ نَكْتُبُ وَ لاَ نَحْسُبُ] صورت واقعہ کا اعتراف ہے یا حقیقت دائمہ کا

---

(۱) اہل علم کی ضیافت طبع کے لیے سر دست فتح الباری شرح بخاری سے ایک طویل اقتباس حاضر ہے:

قَوْلُهُ فَاقْدُرُوا لَهُ تَقَدَّمَ أَنَّ لِلْعُلَمَاءِ فِيهِ تَأْوِيلَيْنِ وَذَهَبَ آخَرُونَ إِلَى تَأْوِيلٍ ثَالِثٍ قَالُوا مَعْنَاهُ فَاقْدُرُوهُ بِحِسَابِ الْمَنَازِلِ قَالَهُ أَبُو الْعَبَّاسِ بْنُ سُرَيْجٍ مِنَ الشَّافِعِيَّةِ وَمُطَرِّفُ بْنُ عبد الله من التَّابِعين وبن قُتَيْبَةَ من الْمُحدثين قَالَ بن عَبْدِ الْبَرِّ لَا يَصِحُّ عَنْ مُطَرِّفٍ وَأَمَّا بن قُتَيْبَةَ فَلَيْسَ هُوَ مِمَّنْ يُعَرَّجُ عَلَيْهِ فِي مثل هَذَا قَالَ وَنقل بن خويز منداد عَن الشَّافِعِي مَسْأَلَة بن سُرَيْجٍ وَالْمَعْرُوفُ عَنِ الشَّافِعِيِّ مَا عَلَيْهِ الْجُمْهُورُ وَنقل بن الْعَرَبِيّ عَن بن سُرَيْجٍ أَنَّ قَوْلَهُ فَاقْدُرُوا لَهُ خِطَابٌ لِمَنْ خَصَّهُ اللَّهُ بِهَذَا الْعِلْمِ وَأَنَّ قَوْلَهُ فَأَكْمِلُوا الْعدة خطاب للعامة قَالَ بن الْعَرَبِيِّ فَصَارَ وُجُوبُ رَمَضَانَ عِنْدَهُ مُخْتَلِفَ الْحَالِ يَجِبُ عَلَى قَوْمٍ بِحِسَابِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَعَلَى آخَرِينَ بِحِسَابِ الْعَدَدِ قَالَ وَهَذَا بَعِيدٌ عَنِ النبلاء وَقَالَ بن الصَّلَاحِ مَعْرِفَةُ مَنَازِلِ الْقَمَرِ هِيَ مَعْرِفَةُ سَيْرِ الْأَهِلَّةِ وَأَمَّا مَعْرِفَةُ الْحِسَابِ فَأَمْرٌ دَقِيقٌ يَخْتَصُّ بِمَعْرِفَتِهِ الْآحَادُ قَالَ فَمَعْرِفَةُ مَنَازِلِ الْقَمَرِ تُدْرَكُ بِأَمْرٍ مَحْسُوسٍ يُدْرِكُهُ مَنْ يُرَاقِبُ النُّجُومَ وَهَذَا هُوَ الَّذِي أَرَادَهُ بن سُرَيْجٍ وَقَالَ بِهِ فِي حَقِّ الْعَارِفِ بِهَا فِي خَاصَّةِ نَفْسِهِ وَنَقَلَ الرُّويَانِيُّ عَنْهُ أَنَّهُ لَمْ يَقُلْ بِوُجُوبِ ذَلِكَ عَلَيْهِ وَإِنَّمَا قَالَ بِجَوَازِهِ وَهُوَ اخْتِيَارُ الْقَفَّالِ وَأَبِي الطَّيِّبِ وَأَمَّا أَبُو إِسْحَاقَ فِي الْمُهَذَّبِ فَنقل عَن بن سُرَيْجٍ لُزُومَ الصَّوْمِ فِي هَذِهِ الصُّورَةِ فَتَعَدَّدَتِ الْآرَاءُ فِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ بِالنِّسْبَةِ إِلَى خُصُوصِ النَّظَرِ فِي الْحِسَابِ وَالْمَنَازِلِ أَحَدُهَا الْجَوَازُ وَلَا يُجْزِئُ عَنِ الْفَرْضِ ثَانِيهَا يَجُوزُ وَيُجْزِئُ ثَالِثُهَا يَجُوزُ لِلْحَاسِبِ وَيُجْزِئُهُ لَا لِلْمُنَجِّمِ رَابِعُهَا يَجُوزُ لَهُمَا وَلِغَيْرِهِمَا تَقْلِيدُ الْحَاسِبِ دُونَ الْمُنَجِّمِ خَامِسُهَا يجوز لهما ولغيرهما مُطلقًا۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب الصوم، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا رَأَيْتُمُ الهِلاَلَ فَصُومُوا)

بیان ہے؟ یعنی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ہم اُمی قوم ہیں، اپنے زمانے کی صورت حال کے پیش نظر تھا یا اس کا مطلب یہ تھا کہ مسلمان ہلال نو کے ثبوت کے باب میں ہمیشہ ہمیش فلکیات سے ناواقف رہیں گے یا فلکیات سے ثابت علم کا انکار کرتے رہیں گے؟ علما کا عام خیال ہے کہ یہ حقیقت دائمہ کا بیان ہے، چنانچہ ہلال نو کے باب میں علم فلکیات کا بیان اہل اسلام کے لیے کبھی بھی قابل قبول نہیں ہوگا، جب کہ ایک طبقہ اس بات کا قائل ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذکورہ ارشاد محض صورت واقعہ کا بیان ہے۔ اسی تناظر میں معاصر علما کی ایک جماعت ثبوت ہلال کے باب میں سائنسی بیانات کو کلی طور سے معتبر تسلیم کرتی ہے۔اس پر ایک مختصر گفتگو تقدیم کتاب کے تحت ہو چکی ہے۔

رویت ہلال سے ثبوت رویت ہلال تک

امام مسلم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کا ذکر فرمایا اور اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مہینہ اتنا، اتنا، اتنا ہوتا ہے اور تیسری بار آپ نے اپنا انگوٹھا دبا لیا اور فرمایا چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو اور اگر آسمان ابر آلود ہو تو ۳۰ کی تعداد پوری کر لو۔

ذَكَرَ رَمَضَانَ، فَضَرَبَ بِيَدَيْهِ فَقَالَ: الشَّهْرُ هَكَذَا، وَهَكَذَا، وَهَكَذَا - ثُمَّ عَقَدَ إِبْهَامَهُ فِي الثَّالِثَةِ - فَصُومُوا لِرُؤْيَتِهِ، وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ، فَإِنْ أُغْمِيَ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوا لَهُ ثَلَاثِينَ. (۱)

اس حدیث کا ایک لفظی مطلب یہ ہوا کہ جسے بھی روزہ رکھنا ہو وہ پہلے چاند دیکھے اور اسی طرح جسے بھی عید کرنی ہو وہ پہلے چاند دیکھے۔ چاند دیکھے بغیر نہ کوئی روزہ رکھ سکتا ہے اور نہ عید کر سکتا ہے، اِلا یہ کہ ۳۰/ تاریخ پوری کر لے۔ لیکن یہ معنی محدثین وفقہا کی

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الصیام، بَابُ وُجُوبِ صَوْمِ رَمَضَانَ لِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ، وَالْفِطْرِ لِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ

کسی جماعت نے نہیں لیے۔ گذشتہ ساڑھے چودہ سو سالوں میں کوئی ایک شخص بھی ایسا پیدا نہیں ہوا جو اس حدیث کے مذکورہ معنی سمجھتا ہو، اس کے برعکس متفقہ طور پر سب نے اس حدیث سے یہی سمجھا کہ روزہ رکھنے یا عید کرنے کے لیے چاند کی رویت تو ضروری ہے، البتہ یہ ہر شخص کے حق میں ضروری نہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص چاند دیکھے، ہاں! یہ ضروری ہے کہ بعض لوگوں کے حق میں چاند کی رویت ثابت ہو جانے کے بعد ہر شخص کے حق میں اس رویت کا علم یا ظن غالب ثابت و متحقق ہو جائے۔ دوسرے لفظوں میں رمضان و عید کے موقع پر ہر شخص کے لیے رویت ہلال ضروری نہیں، ہر شخص کے لیے رویت ہلال کا ثبوت ضروری ہے۔ اسی طرح ہر شخص کے سامنے رویت ہلال کی شہادت گزرے یہ ضروری نہیں، بس اتنا کافی ہے کہ ہر شخص کے سامنے رویت ہلال کے ثبوت کی کوئی ایسی دلیل یا ذریعہ ہو جس سے علم شرعی یعنی ظن غالب حاصل ہو جائے۔

اسی استدلال کو آگے بڑھاتے ہوئے علامہ ابن عابدین شامی (۱۲۵۲ھ) نے لکھا ہے کہ ''اہل دیہات پر شہر سے توپوں کی آواز سننے اور قندیلوں کو دیکھنے سے روزہ لازم ہو جاتا ہے؛ کیوں کہ یہ واضح علامت ہے جس سے غلبۂ ظن حاصل ہو جاتا ہے اور غلبۂ ظن عمل کے لیے حجت شرعی ہوا کرتا ہے، جیسا کہ علما نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔''

یہاں یہ شبہہ ہو سکتا تھا کہ توپ کی آواز اور قندیل کی روشنی کو علامہ شامی نے رویت ہلال کے ثبوت کے لیے کافی سمجھا ہے، جب کہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ بغیر رمضان کے یوں ہی کسی نے توپ داغ دی ہو یا قندیل روشن کر دی ہو۔ اس کا جواب علامہ شامی نے اپنے زمانے کے عرف کو سامنے رکھتے ہوئے اس طرح دیا ہے:

''یہ احتمال کہ یہ عمل رمضان کے علاوہ کسی اور وجہ سے ہوا ہو، بعید ہے، اس لیے کہ لیلۃ الشک [یعنی ۲۹، شعبان کے بعد آنے والی رات] کو یہ عمل

ثبوت رمضان کے سوا کسی اور کام کے لیے عادتاً نہیں ہوتا۔‘‘(۱)

علامہ شامی کی مذکورہ صراحت سے تین چیزیں واضح ہوتی ہیں:

۱۔ رمضان کے ثبوت کے لیے ہر شخص کے لیے چاند دیکھنا ضروری نہیں۔

۲۔ چاند کے ثبوت کے لیے مختلف طریقے ہو سکتے ہیں۔ مثلاً علامہ شامی کے زمانے میں ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ قاضی کے حکم سے شہر میں توپ داغ دی جاتی، جہاں تک اس کی آواز پہنچتی لوگ اس آواز کو سن کر روزہ رکھنا شروع کر دیتے۔

۳۔ چاند کے ثبوت کے لیے قطعی دلیل کی ضرورت نہیں۔ ایسی دلیل کافی ہے جس سے غلبۂ ظن حاصل ہو جائے، اس لیے ہر زمانے میں اس زمانے کے عرف کے اعتبار سے جن ذرائع سے غلبۂ ظن کا حصول ہو جائے، اسے کافی سمجھا جائے گا۔

علامہ شامی کے نزدیک توپ کی آواز اور قندیل کی روشنی ثبوت ہلال کے باب میں اس حد تک معتبر ہے کہ اگر کچھ لوگ اس کی مخالفت بھی کریں تو ان کی مخالفت نا قابل اعتنا ہے۔ مُخَالَفَةُ جَمْعٍ فِي ذَلِكَ غَيْرُ صَحِيحَةٍ۔ (منحۃ الخالق علی البحر الرائق: ۲/۲۹۱)

علامہ شامی کی فقہی بصیرت کو سامنے رکھیے تو آج کے بہت سے سوالات حل ہو جاتے ہیں۔ مثلاً آج کل رویت ہلال کے موقع پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ ہر شخص رویت کی شہادت مانگتا ہے، جب کہ ہر جگہ رویت ہو یا رویت کی شہادت ہو، یہ سرے سے ضروری ہی نہیں ہے۔ ضروری فقط یہ ہے کہ ثبوت رویت کا ظن غالب حاصل ہو جائے، اگر چہ اس میں بعض اعتبار سے احتمال بھی موجود ہو، کیوں کہ ظن غالب، فقہائے اسلام کے نزدیک بشمول ثبوت ہلال، احکام شریعت میں عمل کے لیے حجت شرعی ہے۔

---

(۱) يَلْزَمُ أَهْلَ الْقُرَى الصَّوْمُ بِسَمَاعِ الْمَدَافِعِ أَوْ رُؤْيَةِ الْقَنَادِيلِ مِنَ الْمِصْرِ، لِأَنَّهُ عَلَامَةٌ ظَاهِرَةٌ تُفِيدُ غَلَبَةَ الظَّنِّ وَغَلَبَةُ الظَّنِّ حُجَّةٌ مُوجِبَةٌ لِلْعَمَلِ كَمَا صَرَّحُوا بِهِ وَاحْتِمَالُ كَوْنِ ذَلِكَ لِغَيْرِ رَمَضَانَ بَعِيدٌ إِذْ لَا يُفْعَلُ مِثْلُ ذَلِكَ عَادَةً فِي لَيْلَةِ الشَّكِّ إِلَّا لِثُبُوتِ رَمَضَانَ (ردالمحتار علی الدر المختار: ۲/۳۸۶)

اسی طرح ایک بلا یہ عام ہے کہ موبائل، فون، ٹیلی ویژن، ای میل، فیکس، ویڈیو کانفرنسنگ اور دیگر جدید ذرائع ابلاغ سے بعض علما کو ثبوت ہلال کا یقین حاصل ہو جاتا ہے لیکن اس کے باوجود دو گواہوں کو سو دو سو کیلو میٹر شہادت لانے کے لیے دوڑاتے ہیں۔ گویا ایسے لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ جب تک رویت پر شہادت نہ گزرے رویت کا ثبوت ہی نہیں ہوگا، اگرچہ دیگر ذرائع سے ثبوت کا قطعی یقین بھی کیوں نہ حاصل ہو جائے۔

یہ احتیاط بھی تماشا سے کم نہیں کہ پہلے فون اور موبائل سے اس بات کا یقین کرلیا جاتا ہے کہ فلاں مقام پر شہادت ہوئی ہے، جس کے مطابق فلاں قاضی نے فلاں وقت رویت ہلال کا اعلان کر دیا ہے۔ اس یقین کے حصول سے پہلے کوئی کہیں شہادت لانے کے لیے نہیں بھیجتا۔ غور کیجیے کہ شہادت ایک ظنی امر ہے، جب کہ موبائل کے ذریعہ اس شہادت کے وقوع کے تعلق سے مکمل اطمینان وانشراح حاصل کرلیا جاتا ہے۔ اب موبائل کے ذریعے وقوع شہادت کے علم کے بعد اس شہادت کو اٹھا کر لانے کے لیے دو افراد بھیجے جاتے ہیں، لیکن موبائل کے ذریعے حاصل ہونے والے اس علم کو ثبوت ہلال بلکہ اعلان ہلال کے لیے بھی بعض حضرات ناکافی سمجھتے ہیں۔ یہ معاملہ ایک لطیفہ سے کم نہیں۔ جب کہ واضح طور پر یہاں اس بات کا پورا امکان ہے کہ جہاں رویت ہوئی ہے، وہاں کا قاضی، قاضی القضاۃ کی نیابت کرتے ہوئے اعلان عام کردے اور اس اعلان کو پورے ملک کے لیے تسلیم کرلیا جائے، یا وہ قاضی دوسرے قاضی کو وائس یا ویڈیو کال کے ذریعے مطلع کردے، جس کو کتاب القاضی کی جگہ تسلیم کرلیا جائے، یا یہ قاضی متعدد لوگوں سے ٹیلی فونک گفتگو کر کے خبر مستفیض کی بنیاد پر رویت ہلال کا اعلان کردے۔ مزید تفصیلات آگے آتی ہیں۔

یہاں ایک مسئلہ یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ قاضی کے حق میں ثبوت ہلال کے جداگانہ معیار ہیں اور عوام کے لیے یا اعلان قاضی کے حق میں جداگانہ۔ مثلاً علامہ

شامی نے توپ کی آواز اور قندیلوں کی روشنی کو عوام کے حق میں ثبوت ہلال کی بنیاد قرار دیا ہے، نہ کہ قاضی کے حق میں۔ اس لیے موجودہ برقی عہد میں بھی اس مسئلے پر غور ہونا چاہیے کہ جدید ذرائع ابلاغ میں کون کون سے ذرائع کن صورتوں میں قاضی کے حق میں معتبر ہیں اور کون کون سے اور کن صورتوں میں عوام کے حق میں یا اعلان قاضی کے حق میں معتبر ہیں۔

ایک بڑا سوال رویت ہلال کے باب میں امکان رویت کے حوالے سے سائنسی بیان پر اعتماد یا عدم اعتماد کا بھی ہے۔ آج عرب کے بہت سے علما اسے معتبر سمجھتے ہیں اور ان کے اتباع میں یورپ کے متعدد فقہی ادارے بھی اسی کے مطابق فیصلے دیتے ہیں۔ ان کا استدلال ہے کہ حدیث پاک میں رویت ہلال کا حکم اسی لیے آیا ہے تا کہ طلوع ہلال کا علم ہو جائے۔ ماضی میں طلوع ہلال کا علم صرف رویت سے ہی ممکن تھا، اس لیے حدیث پاک میں چاند دیکھنے پر زور دیا گیا۔ آج جب کہ طلوع ہلال کا سائنسی علم ممکن، بلکہ واقع ہو گیا ہے، ایسے میں طلوع ہلال کے باب میں رویت کے ساتھ سائنسی امکان کو بھی معتبر سمجھنا چاہیے۔

اسی باب سے متعلق ایک اہم سوال اختلاف مطالع کے اعتبار یا عدم اعتبار کا بھی ہے۔ یہ اگرچہ قدیم مسئلہ ہے، قدیم فقہا نے اس مسئلہ کو مبرہن کر دیا ہے؛ شوافع کے یہاں اختلاف مطالع معتبر ہے، جب کہ جمہور فقہا بشمول احناف کے یہاں غیر معتبر، لیکن اس کے باوجود آج جب کہ علمی اور اطلاعاتی ذرائع میں مزید وسعت پیدا ہو گئی ہے، گلوبلائزیشن نے مکانی مسافتیں مٹا دی ہیں اور دنیا کو ایک چھوٹا سا گاؤں بنا دیا ہے، مگر اس کے باوجود دنیا کے مختلف حصوں میں زمانی اختلافات آج بھی اسی طرح ایک حقیقت ہیں، جس طرح کل تھے، اس لیے آج اختلاف مطالع سے متعلق کئی ایک تازہ سوالات پیدا ہو گئے ہیں۔ ان سوالات پر ضروری بحث کی جاتی ہے!

اثبات ہلال اور اعلان ہلال

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں حسب ذیل حدیث نقل کی ہے:

عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّهُمْ شَكُّوا فِي هِلَالِ رَمَضَانَ مَرَّةً، فَأَرَادُوا أَنْ لَا يَقُومُوا، وَلَا يَصُومُوا، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ مِنَ الْحَرَّةِ، فَشَهِدَ أَنَّهُ رَأَى الْهِلَالَ، فَأُتِيَ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَتَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَشَهِدَ أَنَّهُ رَأَى الْهِلَالَ، فَأَمَرَ بِلَالًا فَنَادَى فِي النَّاسِ أَنْ يَقُومُوا وَأَنْ يَصُومُوا (، كتاب الصوم، بَابٌ فِي شَهَادَةِ الْوَاحِدِ عَلَى رُؤْيَةِ هِلَالِ رَمَضَانَ)

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ ایک بار ہلال رمضان کے سلسلے میں شک ہوگیا۔لوگوں کا ارادہ اب عدم صیام وقیام کا بن گیا۔اتنے میں مقام حرہ سے ایک اعرابی آیا اور اس نے اس بات کی گواہی دی کہ اس نے چاند دیکھا ہے۔ اسے بارگاہ رسالت مآب میں حاضر کیا گیا۔حضور نے پوچھا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! اور پھر اس نے اس بات کی شہادت دی کہ اس نے چاند دیکھا ہے۔حضور نے بلال سے کہہ کر رمضان کے قیام وصیام کا اعلان کرادیا۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص یا اشخاص کے ذریعے چاند کی رویت ہوجاتی ہے تو دوسروں کے حق میں اس کا ثبوت دو سطح پر ہوگا:

۱- قاضی کے حق میں ۲-عوام کے حق میں

دوبارہ غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ جب تک کسی کی رویت کو قاضی اسلام ثابت نہیں مان لیتا،عوام کے لیے جائز نہیں کہ اس پر از خود عمل کرنے لگیں۔ چنانچہ حدیث مذکور میں ہے کہ چاند ایک اعرابی نے دیکھا۔ بارگاہ رسالت مآب میں اس نے اپنی رویت کی

شہادت دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب خود اس تعلق سے اطمینان ہو گیا تو اس کے بعد انہوں نے حضرت بلال کو اعلان کرنے کا حکم دے دیا۔ گویا کسی بھی مسلمان کی طرف سے رویت ہلال ہوتی ہے تو وہ رویت عامۃ المسلمین کے حق میں اسی وقت معتبر ہو گی جب کہ وہ رویت قاضی کے نزدیک متحقق ہو جائے۔ چنانچہ قاضی اسلام کی توثیق اور فیصلے کے بعد ہی عام مسلمانوں کے حق میں اس کے مطابق عمل کرنا جائز ہو گا۔

اگر کسی ایک یا چند مسلمانوں نے چاند دیکھا تو یہ رویت دوسرے مسلمانوں کے حق میں اسی وقت معتبر ہو گی جب قاضی اس رویت کو ثابت مانتے ہوئے اپنا فیصلہ سنا دے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کا مزاج یہ ہے کہ وہ خالص عبادات میں بھی اجتماعی مفادات کا پہلو تلاش کر لیتا ہے۔ چنانچہ نماز جو خالص اللہ کی عبادت ہے، اس میں جماعت کی پابندی قائم فرما کر مسلم اجتماعیت کی راہ نکال دی ہے۔ صوم رمضان خالص اللہ کریم کی عبادت ہے ،لیکن اس کے بعد عید الفطر کا اہتمام فرما کر اسے مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق، امن و بھائی چارہ اور اجتماعی تقریب کی شکل دے دی۔ اب ایسا نہیں ہے کہ مسلمان تنہا تنہا روزہ رکھ کر اپنے رب کو خوش کر لیں، بلکہ اس کے ساتھ ان پر یہ بھی ضروری ہے کہ ایک ساتھ عید کریں اور مسلم اتحاد و اتفاق اور محبت و اجتماعیت کا بھرپور مظاہرہ کریں۔ اور یہ باتیں جب ہی ممکن ہوں گی کہ روزہ قاضی اسلام کے فیصلے کے مطابق رکھیں تا کہ ایک ساتھ عید کرنا ان کے لیے ممکن ہو سکے۔

یہاں یہ بات معلوم ہوئی کہ چاند کی انفرادی یا چند نفری رویت کے بعد عمومی سطح پر اس کی منظوری و قبولیت سے قبل اسے حسب ذیل دو مراحل سے گزرنا ہوتا ہے:

۱- اثبات ہلال، یہ فقط رویت سے ہوتا ہے، جس کی توثیق قاضی کرتا ہے۔

۲- اعلان ہلال، یہ قاضی کے فیصلے کے بعد اس کی اجازت سے ہوتا ہے۔

دونوں سطح کے جداگانہ معیارات ہیں، جن پر تفصیلی گفتگو کی جاتی ہے۔

اثبات ہلال کے طریقے

حدیث پاک میں چاند دیکھ کر روزہ رکھنے اور چاند دیکھ کر عید کرنے کا حکم ہے۔ صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ(۱) لیکن ظاہر ہے کہ اپنی مصروفیات کی وجہ سے ہر کوئی چاند نہیں دیکھ سکتا۔ نہ چاند دیکھنا کوئی مقصود بالذات عبادت ہے کہ اسے ہر فرد مومن پر فرض عین کیا جاتا۔ اس لیے اس ارشاد پاک کا درست مطلب یہی ہے کہ کم از کم کچھ لوگ چاند ضرور دیکھیں۔ ۲۹ تاریخ کو چاند نظر آجائے تو اس کے معنی ہوں گے کہ اب نیا مہینہ شروع ہو گیا اور پچھلا مہینہ ۲۹ کا ہی تھا۔ اس کے برخلاف اگر کسی کو بھی چاند نظر نہیں آیا تو اس کا مطلب یہ سمجھا جائے گا کہ یہ مہینہ ۳۰ کا ہے۔ کل ۳۰ کے بعد اگلا نیا مہینہ شروع ہوگا۔

یہ طے ہو جانے کے بعد کہ ہر صاحب ایمان پر چاند دیکھنا فرض نہیں ہے، بلکہ صرف اتنا کافی ہے کہ کچھ لوگ دیکھ لیں اور باقی لوگوں تک اس کی رویت کا شرعی ثبوت ہو جائے، یہ سمجھنا ضروری ہے کہ دوسروں کے حق میں یہ رویت اس وقت ثابت ہوگی جب کہ قاضی کے نزدیک وہ رویت ثابت ہو اور وہ اس کی توثیق کر دے۔ اب غور یہ کرنا ہے کہ قاضی کے حق میں رویت ہلال کے ثبوت کے جدید و قدیم طریقے کیا کیا ہیں؟

---

(۱) بخاری، کتاب الصوم، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا رَأَيْتُمُ الهِلاَلَ فَصُومُوا، وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا

۱-شہادت رویت

(چاند دیکھنے والے کی گواہی)

سائنسی انقلاب سے پہلے طلوع ہلال کے ثبوت کے لیے یہی ایک معتبر ذریعہ ہوسکتا تھا کہ کوئی چاند دیکھے اور اس کے بعد اپنے چاند دیکھنے کی گواہی دے۔ قاضی اپنے اعتبار سے اس پر جرح واحتساب کرے اور اپنے طور پر اطمینان حاصل کرنے کے بعد اس کی گواہی قبول کرلے اور اس شہادت کی بنیاد پر دوسرے لوگ بھی روزہ رکھیں۔ یہ طریقہ عہد رسالت سے جاری وساری ہے:

> حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ ایک بار ہلال رمضان کے سلسلے میں اختلاف ہوگیا۔ لوگوں کا ارادہ اب عدم صیام وقیام کا بن گیا۔ اتنے میں مقام حرہ سے ایک اعرابی آیا اور اس نے اس بات کی گواہی دی کہ اس نے چاند دیکھا ہے۔ اسے بارگاہ رسالت مآب میں حاضر کیا گیا۔ حضور نے پوچھا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! اور پھر اس نے اس بات کی شہادت دی کہ اس نے چاند دیکھا ہے۔ حضور نے بلال سے کہہ کر رمضان کے قیام وصیام کا اعلان کرادیا۔(۱)

یہی گواہی اگر عید کی ہو تو اس میں چوں کہ ۲۹ کی روایت قبول کرنے میں ایک

---

(۱) عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّهُمْ شَكُّوا فِي هِلَالِ رَمَضَانَ مَرَّةً، فَأَرَادُوا أَنْ لَا يَقُومُوا، وَلَا يَصُومُوا، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ مِنَ الْحَرَّةِ، فَشَهِدَ أَنَّهُ رَأَى الْهِلَالَ، فَأُتِيَ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: »أَتَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَشَهِدَ أَنَّهُ رَأَى الْهِلَالَ، فَأَمَرَ بِلَالًا فَنَادَى فِي النَّاسِ أَنْ يَقُومُوا وَأَنْ يَصُومُوا (سنن ابی داؤد، کتاب الصوم، بَابُ فِي شَهَادَةِ الْوَاحِدِ عَلَى رُؤْيَةِ هِلَالِ رَمَضَانَ)

روزہ فوت ہونے کا اندیشہ ہے، اس لیے احتیاط مزید کے طور پر اس کے لیے ایک شخص کی روایت کافی نہیں، اس کے لیے دو عادل کی گواہی ضروری ہے۔ امام ابوداؤد نے ایک دوسری روایت نقل کی ہے کہ آخر رمضان میں اسی طرح کا اختلاف رائے ہوگیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو اعرابیوں کی گواہی پر عید کرنے کا حکم دیا۔(۱)

فقہا نے اس معاملے میں بڑی دقت نظری کا مظاہرہ فرمایا ہے۔ چنانچہ وہ رمضان کی ایک شخص کی اور عید کی دو اشخاص کی گواہی اس صورت میں لیتے ہیں، جب آسمان ابر آلود ہو، یا چاند دیکھنے والوں نے کسی بلند و بالا مقام سے چاند دیکھا ہو، یا شہر سے باہر کسی مقام سے دیکھا گیا ہو، البتہ اگر آسمان صاف ہو تو ایسی صورت میں ایک یا دو آدمی کی گواہی کافی نہیں۔ اس صورت میں ضروری ہے کہ اتنے زیادہ لوگ چاند دیکھیں جن کے بیان پر قاضی کو مکمل اطمینان ہو جائے۔ یعنی مطلع صاف ہونے کی صورت میں گواہوں کے عدد سے زیادہ قاضی کا اطمینان خاطر اہم ہے۔ کیوں کہ صاف ستھرے آسمان میں چاند طلوع ہوا اور وہ کسی ایک یا دو شخص کو ہی نظر آئے، ایک عجیب بات ہوگی اور عجائب پر احکام شرع کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔

ویڈیو کالنگ اور ویڈیو کانفرنسنگ

شہادت کے لغوی معانی میں سے دو معانی بہت اہم ہیں۔ مشاہدہ و معاینہ، اپنی آنکھوں سے دیکھنا اور حضور و وجود یعنی حاضر و موجود ہونا۔ شہادت کو شہادت اس لیے کہتے ہیں کہ شاہد قاضی کی مجلس میں حاضر و موجود ہوتا ہے اور اپنے مشاہدے کی خبر

---

(۱) عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اخْتَلَفَ النَّاسُ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ، فَقَدِمَ أَعْرَابِيَّانِ، فَشَهِدَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللهِ لَأَهَلَّا الْهِلَالَ أَمْسِ عَشِيَّةً، فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [ص: النَّاسَ أَنْ يُفْطِرُوا، زَادَ خَلَفٌ فِي حَدِيثِهِ: وَأَنْ يَغْدُوا إِلَى مُصَلَّاهُمْ۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الصوم، بَابُ شَهَادَةِ رَجُلَيْنِ عَلَى رُؤْيَةِ هِلَالِ شَوَّالٍ)

دیتا ہے۔ یعنی شہادت قاضی کی مجلس میں شاہد کا اس بات کا بیان ہے کہ وہ فلاں واقعہ کا عینی شاہد ہے۔ اس نے اپنی آنکھوں سے فلاں مقام پر فلاں واقعہ ہوتے دیکھا ہے۔ گویا شہادت نام ہے محل وقوع میں اصل واقعہ کے عینی مشاہدے کا اور قاضی کی مجلس میں اس واقعے کے تعلق سے اپنی عینی شہادت کی خبر دینے کا۔

شہادت کے باب میں فقہا نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ شاہد قاضی کی مجلس میں موجود رہے۔ ثبوت ہلال کے اس طریقے میں قدیم زمانے سے یہ شرط چلی آرہی ہے کہ شاہد قاضی کے سامنے موجود ہو۔ ایسا اس لیے کہ شہادت کے وقت ضروری ہے کہ شاہد کا چہرہ کھلا ہو اور قاضی اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کا مشاہدہ کرے اور اگر قاضی ضرورت محسوس کرے تو اس سے جرح کر سکے۔ ظاہر ہے کہ قدیم زمانے میں اس عمل کے لیے شاہد کا قاضی کی مجلس میں جسمانی طور پر موجود ہونا ضروری تھا۔ اس کے بغیر قاضی کا شاہد کو دیکھنا اور اس سے جرح واستفسار کرنا ناممکن تھا۔ یہ طریقہ آج بھی اسلامی اور غیر اسلامی عدالتوں میں رائج ہے۔

اس باب میں فقہا کے احتیاط کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی پردے کی آڑ سے قاضی کے حضور شہادت دیتا ہے تو یہ شہادت درست نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے کہ پردے کی آڑ سے بولنے والا کوئی اور ہو اور کسی اور کی آواز میں بول رہا ہو۔ اس فراڈ کے احتمال کے پیش نظر ضروری ہے کہ شاہد قاضی کی مجلس میں ہو اور ایسے مقام پر کھڑا ہو کہ قاضی اسے دیکھ اور سن رہا ہو۔

قدیم فقہا کے یہاں یہ کڑی شرط اس لیے رکھی گئی تھی کہ جدید برقی اطلاعاتی انقلاب سے قبل یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ کوئی قاضی کی مجلس میں موجود رہے بغیر راست طور سے اپنی بات قاضی کے سامنے رکھ سکے۔ جدید عہد میں ویڈیو کالنگ اور ویڈیو کانفرنسنگ کی مدد سے اب یہ آسان ہو گیا ہے کہ قاضی کی مجلس میں موجودگی کے بغیر ہی

سیکڑوں اور ہزاروں میل کے فاصلے سے شاہد اپنی شہادت دے سکے۔ یہ جدید ذرائع اللہ کریم کی وہ نعمتیں ہیں جن سے صرف متاخرین سرفراز ہیں۔ متقدمین کو یہ نعمتیں حاصل نہ تھیں۔ ایسے میں اس ربانی نعمت کا شکریہ ہے کہ جس طرح اقتصاد و معیشت جیسے زندگی کے نہایت حساس میدانوں میں ان ذرائع سے استفادہ کیا جارہا ہے، رویت ہلال کے باب میں بھی ان سے استفادہ کیا جائے۔ دور دراز مقام پر اگر کسی نے چاند دیکھا تو اس سے ان ذرائع کے توسط سے راست طور سے شہادت لینے کے بجائے اسے میلوں کے سفر کا مکلف بنانا ایسا ہی ہے جیسے کوئی سفر حج کی سنت ادا کرنے کے خروش میں جہاز کے بجائے اونٹ پر بیٹھ کر سفر حج پر نکل پڑے۔

ویڈیو کالنگ اور ویڈیو کانفرنسنگ میں انسان ہزاروں میل کے فاصلے پر ہوتے ہوئے بالکل آپ کے سامنے ہوتا ہے۔ وہ آپ کو دیکھ اور سن سکتا ہے اور آپ کے سوالات کا جواب دے سکتا ہے۔ یہ باتیں نئی نسل کے لیے اتنی واضح ہیں کہ ان کے سامنے ان کی وضاحت کرنا بھی ان کے لیے سامان تفریح و مذاق ہے۔ اب Skype, Imo اور Zoom جیسے Apps کی مدد سے ویڈیو کالنگ اور کانفرنسنگ عام ہے۔ ان پر آن لائن کلاسیز، میٹنگس اور مباحثے و مکالمے سے عوام و خواص واقف و عامل ہیں۔ ایسے میں رویت ہلال کی شہادت کے باب میں اگر ان سے استفادہ نہ کیا گیا اور اس سے احتیاط و تقویٰ برتا جاتا رہا تو نئی نسل کی نگاہ میں یہ تقویٰ نہ صرف جہالت وسفاہت سمجھا جائے گا، بلکہ عہد جدید کی ربانی نعمتوں کی ناقدری و ناسپاسی بھی کہی جائے گی۔

فاضل بریلوی کی ایک عبارت: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی جو ثبوت رویت کے باب میں انتہائی محتاط واقع ہوئے تھے، ان کی ایک عبارت سے بھی ویڈیو کالنگ کے شہادت ہونے پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ حضرت موصوف لکھتے ہیں:

ٹیلی فون دینے والا اگر سُننے والے کے پیشِ نظر نہ ہو تو امورِ شرعیہ میں اس کا

کچھ اعتبار نہیں اگرچہ آواز پہچانی جائے کہ آواز مشابہ آواز ہوتی ہے، اگر وہ کوئی شہادت دے معتبر نہ ہوگی، اور اگر کسی بات کا اقرار کرے سننے والے کو اس پر گواہی دینے کی اجازت نہیں، ہاں اگر وہ اس کے پیش نظر ہے جسے دوبدو آمنے سامنے سے تعبیر کرتے ہیں، یعنی اس کی دونوں آنکھیں اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے ہوں، ایک دوسرے کو دیکھ رہا ہو، اور ٹیلی فون کا واسطہ صرف بوجہ آسانی آواز رسانی کے لیے ہو کہ اتنی دُور سے آواز پہنچنا دشوار تھا، تو اس صورت میں اس کی بات جس حد تک شرعاً معتبر ہوتی اب بھی معتبر ہوگی، مثلاً خود اپنی رؤیت کی شہادت ادا کرے تو مانی جائے گی اگر وہ مقبول الشہادۃ ہے۔(فتاویٰ رضویہ: ۱۰/ ۳۶۹-۳۷۰)

اس عبارت کو دوبارہ پڑھیے اور اعلیٰ حضرت کی فقہی بصیرت کو داد دیجیے! ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کی نگاہ بصیرت کے سامنے مستقبل کا وہ ترقی یافتہ فون موجود تھا جسے آج ہم استعمال کرتے ہیں، جس میں بعد مسافت کے باوجود گفتگو کرنے والے ایک دوسرے کے پیش نظر ہوتے ہیں اور وہ ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ایسے گفتگو کرتے ہیں جیسے وہ ایک مجلس میں بیٹھ کر دوبدو گفتگو کر رہے ہوں۔ آج ویڈیو کالنگ اور ویڈیو کانفرنسنگ میں بالکل یہی واقعہ ہوتا ہے۔لہٰذا اس سے شہادت کے وقوع میں اب مزید کوئی شبہہ نہیں ہونا چاہیے۔

دو بڑے شبہات: ویڈیو کالنگ اور ویڈیو کانفرنسنگ سے شہادت لینے کے سلسلے میں قدامت پرست مذہبی ذہن کے لیے دو بڑے اشکال ہیں:

۱-اس میں مجلس کی شرط فوت ہو رہی ہے۔

۲-شہادت کے باب میں آج بھی دنیاوی عدالتوں میں شاہد کی جسمانی موجودگی کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔

یہاں غور کیجیے تو یہ عقدہ کھلے گا کہ دراصل شہادت کے لیے شاہد کا قاضی کے سامنے ہونا ضروری ہے۔اس کے بغیر شہادت [معائنہ اور موجودگی] نہیں ہوسکتی۔قدیم زمانے میں کسی کے سامنے ہونے کے لیے جسمانی وجود کے ساتھ موجود ہونا ضروری تھا۔قدیم زمانے میں یہ تصور ہی نہیں تھا کہ گواہ گواہی دے اور جسمانی اعتبار سے قاضی کی مجلس میں موجود نہ ہو۔آج نہ صرف متصور ہے بلکہ آئے دن کا مشاہدہ ہے کہ ایک شخص ہزاروں میل دور ہوتے ہوئے بھی ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعے مجلس میں موجود ہوتا ہے اور اس سے بالکل اسی طرح بحث و مکالمہ ہوتا ہے جس طرح پچھلے زمانے میں جسمانی وجود کے ساتھ شریک مجلس شخص سے بحث و مکالمہ ہوتا تھا۔اب ایسے میں یہ اصرار کرنا کہ گواہی کے لیے بہرصورت گواہ کا جسمانی وجود کے ساتھ قاضی کی مجلس میں موجود ہونا ضروری ہے، ایک غلط، غیر معمولی اور بے بنیاد مطالبہ ہے۔

اب تو خود ہندوستانی عدالت عالیہ نے بھی اسے قانونی طور پر تسلیم کرلیا ہے۔ چنانچہ جسٹس ایس این ویریوا اور جسٹس بی این اگروال پر مشتمل عدالتی بنچ نے ٹکنالوجی کی بڑھتی وسعت وہمہ گیریت کے مدنظر ۲۰۰۳ء میں ہی ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعے بیرون ملک مقیم گواہوں کی گواہی کو قانونی طور پر تسلیم کرلیا تھا۔ Criminal Procedure Code کے سیکشن 273 کی تعبیر وتشریح کرتے ہوئے عدالت عالیہ کے اس فیصلے میں یہ بات تاکید کے ساتھ کہی گئی ہے کہ ویڈیو کانفرنسنگ سے ثابت واقعہ مصنوعی نہیں، حقیقی ہوتا ہے۔ ویڈیو کانفرنسنگ سائنس اور ٹکنالوجی کی ایسی ایجاد ہے جس کی مدد سے طویل مسافت کے باوجود ایک شخص دوسرے کو اسی طرح دیکھ اور سن سکتا ہے اور اس سے باتیں کرسکتا ہے، جیسے وہ اس کے روبرو بیٹھا ہو۔اپنے فیصلے میں عدالت عالیہ نے ممبئی ہائی کورٹ کو یہ آرڈر بھی دیا تھا کہ ڈاکٹر پرفل دیسائی اور ڈاکٹر اے کے مکھرجی کے خلاف امریکی ڈاکٹر ارنیسٹ گرین برگ کی گواہی ویڈیو کانفرنسنگ کے

ذریعے ریکارڈ کرے۔(۱)

اسی طرح کناڈا نے اسے ۲۰۰۴ء میں قانونی طور پر قبول کرلیا۔ ۲۰۰۶ء میں نیوزی لینڈ نے قبول کیا۔ ۲۰۱۶ء کی ایک رپورٹ کے مطابق انگلینڈ، آسٹریلیا اور دوسرے ممالک میں اس پر بحث جاری ہے(۲) اور آثار بتاتے ہیں کہ بہت جلد دنیا کے تمام ملکوں میں ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعے گواہی قبولیت عامہ حاصل کرلے گی۔ ہاں! یہ سچ ہے کہ آج بھی عدالتی امور میں ویڈیو کانفرنسنگ بہت عام نہیں ہوسکی ہے اور مختلف وجوہات کے سبب اسے عدالتوں نے بالعموم تسلیم نہیں کیا ہے، لیکن ایسا بھی نہیں کہ اس کا وجود سرے سے ناپید ہو۔ اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں جن میں مذکورہ بالا مثال کے علاوہ ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعے پاکستانی قیدی اجمل قصاب کا بیان لیا جانا بہت مشہور ہوا تھا۔ یہ اکتوبر ۲۰۱۰ء کی بات ہے جب قصاب ممبئی سینٹرل جیل میں تھا اور طبیعت کی ناسازی اور سکیوریٹی رسک کے پیش نظر ممبئی ہائی کورٹ نے ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعے ہی اس کے بیانات لیے تھے۔

اسے اس طور پر بھی دیکھیے کہ بالفرض آپ قاضی کے شناسا ہیں اور ۶۰۰ رکیلومیٹر کے فاصلے پر آپ نے چاند دیکھا۔ آپ نے ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعے قاضی سے گفتگو کی اور اس کے حضور چاند دیکھنے کی گواہی دی۔ قاضی آپ کو جان رہا ہے، پہچان رہا ہے لیکن اس کے باوجود وہ اگر آپ سے یہ مطالبہ کرے کہ ہر چند کہ میں آپ کو دیکھ رہا ہوں اور پہچان رہا ہوں لیکن آپ کی گواہی اس وقت تک نہیں مانوں گا جب تک آپ ۶۰۰ ر کیلومیٹر کی مسافت طے کر کے جسمانی اعتبار سے میری مجلس میں آکر گواہی نہیں دیتے، تو

---

http://m.rediff.com/news/2003/apr/02sc.htm (۱)

Video-conferencing technology and the witnessing of documents(۲) (www.adls.org.nz)

آپ کا ردعمل کیا ہوگا؟ اور ہر وہ شخص جسے اللہ رب العزت نے تھوڑی بہت سوجھ بوجھ دی ہو، وہ اس مطالبے کو کیا نام دے گا؟ پھر آخر کیا وجہ ہے کہ آج بھی ہم شہادت رویت کے لیے بہر صورت مجلس میں گواہ کی موجودگی کو شرط سمجھیں۔ کیا گواہی میں گواہ کے جسم کا بھی کوئی دخل ہے کہ جب تک اس کا جسم مجلس میں نہ آجائے اس کی بات نہیں مانی جائے۔ اگر یہ فقہ وبصیرت ہے تو پھر نا سمجھی اور بے بصیرتی کس پرندے کا نام ہے؟ کیا واقعی شہادت رویت کے لیے گواہ کا جسمانی طور پر قاضی کی مجلس میں موجود ہونا ضروری ہے؟ اس مسئلے پر عصری تناظر میں عقل و ہوش، دیانت اور غیر جانب داریت کے ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے۔ شہادت کے لیے ویڈیو کالنگ اور ویڈیو کانفرنسنگ کو یک لخت حرف غلط قرار دینے والے حضرات سے انصاف، تدبر، تفقہ، دیانت اور بصیرت کی گزارش ہے۔

یہاں دو آسان طریقوں میں سے کسی ایک طریقے سے ویڈیو کانفرنسنگ اور ویڈیو کالنگ سے شہادت کو رد کرنے والے ذہن کی تفہیم ممکن ہے:

۱-شہادت کے باب میں حضور مجلس کی قید اتفاقی سمجھیں۔ چوں کہ قدیم عہد میں شاہد قاضی کے حضور اسی وقت گواہی دے سکتا تھا، جب اس کی مجلس میں جسمانی طور پر موجود رہے، اس لیے قدیم فقہا کے یہاں یہ شرط ملحوظ تھی۔ اب جب کہ جدید ٹکنالوجی کی مدد سے شاہد قاضی کی مجلس میں جسمانی طور پر موجود رہے بغیر ہی شہادت دے سکتا ہے تو ایسے میں اب حضور مجلس کی رعایت ضروری نہ رہی۔

۲-شہادت کے لیے مجلس کی شرط کو اب بھی ملحوظ رکھا جائے، جیسا کہ علامہ علاء الدین حنفی کاسانی لکھتے ہیں:

وَأَمَّا الَّذِي يَخُصُّ الْمَكَانَ فَوَاحِدٌ، وَهُوَ مَجلِسُ الْقَاضِي؛ لِأَنَّ الشَّهَادَةَ لَا تَصِيرُ حُجَّةً مُلْزِمَةً إلَّا بِقَضَاءِ الْقَاضِي فَتَخْتَصُّ بِمَجْلِسِ الْقَضَاءِ.

مقام شہادت کے سلسلے میں صرف ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ وہ مقام، قاضی کی مجلس ہو؛ کیوں کہ شہادت قضاے قاضی کے بعد ہی حجت قاطعہ بنتی ہے، اس لیے وہ مجلس قاضی کے ساتھ خاص ہوگی۔ (بدائع الصنائع: ۶/ ۲۷۷)

لیکن مجلس کی توضیح میں توسیع کر دی جائے۔ پہلے مجلس کا انعقاد جسمانی حضور سے ہی ہوتا تھا، اب جدید ٹکنالوجی کی مدد سے یہ برقی وجود سے بھی ممکن ہو گیا ہے۔ لہٰذا شہادت رویت کے باب میں مجلس قاضی کی شرط تو ملحوظ رہے، البتہ اس مجلس میں عموم ہو۔ وہ مجلس جسمانی حضور اور برقی حضور دونوں کو شامل ہو، جیسا کہ آج تعلیم، تجارت، مکالمہ، مباحثہ، مناقشہ، ٹیلی ویژن وغیرہ کی دنیا میں یہی رائج ہے، کہ لوگ مختلف مقامات پر ہوتے ہوئے بھی ایسے ہی ایک دوسرے کے روبرو ہوتے ہیں جیسے ایک مقام پر ہوتے ہیں۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کو دیکھتے اور سنتے بھی ہیں، جانتے اور پہچانتے بھی ہیں، ایک دوسرے کی تحسین وتنقید بھی کرتے ہیں اور تائید و تردید بھی کرتے ہیں۔

معلوم موبائل نمبر سے معلوم شخص کی موثوق گفتگو

اگر کوئی معلوم ومتعارف شخص اپنے معلوم ومتعارف موبائل نمبر کے ذریعے قاضی سے شہادت دے تو کیا اس کی شہادت درست ہوگی، بطور خاص ایسی صورت میں جب دیگر برقی ذرائع مثلاً اس کے وہاٹس ایپ، ای میل، فیس بک وغیرہ سے بھی اس کی تصدیق وتوثیق ہو جائے؟

دو شبہات: یہ سوال قدرے مشکل ہے؛ کیوں کہ اس صورت کے شہادت ہونے پر دو بڑے شبہات وارد ہوتے ہیں:

۱- اس میں شاہد قاضی کے روبرو نہیں ہے۔

۲۔ شاہد کی صرف آواز آرہی ہے اور بہت ممکن ہے کہ اس کی آواز میں کوئی اور

بول رہا ہو۔ فقہا نے شہادت کے باب میں پردے کی اوٹ سے سنی جانے والی آواز کو یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ **النَغمَۃُ تُشبِہُ النَغمَۃَ**۔ ایک شخص کی آواز کبھی دوسرے شخص کی آواز سے مل جاتی ہے۔ لہٰذا اس صورت میں شبہہ موجود ہے۔

اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ:

ا- صورت مذکورہ میں اگر چہ شاہد جسمانی اعتبار سے قاضی کے روبرو نہیں ہے، تاہم بڑی حد تک برقی اعتبار سے روبرو ہے، تبھی تو یہ ممکن ہوا ہے کہ قاضی شاہد سے اسی طرح بات کر سکے جس طرح اپنے سامنے موجود شاہد سے بات کرتا ہے۔

۲- رہی یہ بات کہ اگر چہ اس صورت میں قاضی شاہد سے بات کر رہا ہے، لیکن وہ شاہد کو دیکھ نہیں پا رہا ہے اور **النَغمَۃُ تُشبِہُ النَغمَۃَ** کے مصداق بہت ممکن ہے کہ شاہد جس سے قاضی پیشگی طور پر متعارف ہے، اس کی آواز میں قاضی سے کوئی اور محو کلام ہو، تو اس کا جواب یہ ہے کہ:

اولاً: یہ شبہہ اس صورت میں وارد ہوتا ہے جب فون پر کوئی نامعلوم شخص ہوتا، البتہ جب اس پر معلوم شخص ہے، جو مسلسل قاضی کے رابطے میں ہے اور اپنے اس نمبر اور اپنی آواز کے ساتھ قاضی کے لیے متعارف ہے تو ایسی صورت میں شبہہ نہ ہونے کے برابر رہ جاتا ہے۔

ثانیاً: مزید یہ کہ یہاں پر ضعیف ترین درجے کا ہی سہی، جو شبہہ موجود ہے، جسے شبہہ کہنے میں بھی شبہہ ہے، اس کا ازالہ اگر اس کے متعین ای میل، وہاٹس ایپ، فیس بک یا دیگر جدید ذرائع سے ہو جاتا ہے تو اس برائے نام شبہے کا بھی ازالہ ہو جاتا ہے۔

ثالثاً: رہی یہ بات کے تمام شبہات کے ازالے اور تیقن کے حصول کے باوجود بھی یہاں شاہد کی صورت نظر نہیں آ رہی ہے، یہ شہادۃ من وراء الحجاب کے باب سے ہے، جسے فقہا نے رد کر دیا ہے۔

اس شبہے کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہاں! شہادۃ من وراء الحجاب فقہا کے یہاں مردود ہے، البتہ اس کی ایک شکل مقبول ہے اور مذکورہ ٹیلی فونی گفتگو اسی قسم مقبول سے ہے۔

شہادۃ من وراء الحجاب کی مقبول صورت: سب سے پہلے شہادۃ من وراء الحجاب کو دیکھیے اور اس کے بعد اس کا صورت بالا پر از خود انطباق کیجیے! صاحب ہدایہ علامہ مرغینانی بدایۃ المبتدی میں رقم طراز ہیں:

> **وَلَو سمع من وَرَاء الْحجاب لَا يجوز لَهُ أَن يشْهد وَلَو فسر للْقَاضِي لَا يقبله إِلَّا إِذا كَانَ دخل الْبَيْت وَعلم أَنه لَيْسَ فِيهِ أحد سواهُ ثمَّ جلس على الْبَاب وَلَيْسَ فِي الْبَيْت مَسْلَك غَيره فَسمع إِقْرَار الدَّاخِل وَلَا يرَاهُ لَهُ أَن يشْهد (بداية المبتدي، ص: ۱۵۴)**
>
> اگر پردے کے پیچھے سے سنا، تو ایسے میں شاہد کی شہادت درست نہیں، اگرچہ قاضی کے سامنے اس کی تفصیلات بیان کرے، اِلا یہ کہ جب کوئی شخص گھر میں داخل ہوا اور شاہد کو معلوم ہو کہ گھر کے اندر اس شخص کے سوا کوئی دوسرا موجود نہیں ہے، پھر شاہد گھر کے دروازے پر بیٹھ جائے، اس گھر میں اس دروازے کے سوا کوئی دروازہ بھی نہ ہو، پھر اگر وہ داخل ہونے والے شخص کا اقرار سنتا ہے، جو اس کی نگاہوں کے سامنے نہیں ہے تو ایسے میں شاہد کو جائز ہے کہ شہادت دے۔

ہدایہ میں اس صورت میں شہادت کی مقبولیت کی وجہ حصول علم کو بتایا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ نگاہوں سے غائب شخص گواہی دے سکتا ہے، یا اس کے بیان کی گواہی دی جا سکتی ہے جب خارجی قرائن سے یہ متعین ہو جائے کہ نگاہوں سے غائب شخص کوئی اور نہیں ایک متعین شخص ہی ہے۔

ایسے میں صورت بالا کے اندر اگر قاضی کو علم و یقین یا اطمینان و ظن غالب حاصل ہوجاتا ہے تو پھر اس کو شہادت قرار دینے سے کوئی شے مانع نہیں رہ جاتی۔ ہاں! موبائل کی گفتگو کو مطلقاً شہادت کا درجہ نہیں دیا جا سکتا، کیوں کہ اس میں بہت سے شبہات کے امکانات موجود ہیں۔ ہاں! متعین و متعارف شخص کی گفتگو، اگر متعین و متعارف نمبر سے ہو اور مزید دیگر ذرائع سے اس کی توثیق بھی ہوجائے تو اس کو شہادت یا شبہ شہادت قرار دینے کے سلسلے میں غور ہونا چاہیے، یا کم از کم یہی ہونا چاہیے کہ ثبوت ہلال کے طرق موجبہ میں اس کا بھی ایک اضافہ کرلیا جائے۔

ایک شبہہ اور اس کا ازالہ: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اگرچہ شہادۃ من وراء الحجاب کی مذکورہ استثنائی صورت کو تسلیم کیا ہے لیکن خود انہوں نے ہی اس بات کی صراحت کردی ہے کہ یہ استثنائی صورت تار اور ٹیلی فون کے اندر متحقق نہیں ہے۔ فرماتے ہیں:

> وَصُورَۃُ الثُنیا الَّتی ذُکرَت لَا تَحقُّقَ لَها فِیمَا نَحنُ فِیه(۱) (شہادۃ من وراء الحجاب کی جو صورت مستثنیٰ قرار دی گئی ہے، اس کا تار اور ٹیلی فون کی بحث میں تحقق نہیں ہے)

اس کا جواب یہ ہے کہ فاضل بریلوی کی یہ بات ان کے اپنے زمانے کے لحاظ سے ہے نہ کہ آج کے زمانے کے لحاظ سے۔ جدید اطلاعاتی انقلاب کے بعد دونوں زمانے کی ٹیلی فونک صورت حال میں جو تبدیلی رونما ہوئی ہے، وہ جگ ظاہر ہے۔ فاضل بریلوی نے اپنے زمانے کے تار کی صورت حال کے بارے میں لکھا ہے کہ تار کی خبر مجہولین و فسّاق بلکہ بعض کفار کی وساطت سے آتی ہے۔(۲) ایک وجہ یہ بتائی

---

(۱) فتاویٰ رضویہ: ۱۰/ ۲۶۸

(۲) فتاویٰ رضویہ: ۱۰/ ۳۵۱-۳۵۳

ہے کہ جو چاہے تار گھر میں جائے اور جس کے نام سے چاہے تار دے آئے، وہاں نام ونسب کی کوئی تحقیقات نہیں ہوتی۔(۱)

مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی لکھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے دور میں ٹیلی فون کا جو حال تھا قریب قریب تار جیسا تھا، یعنی جس طرح تار کی خبر میں وسائط کثیرہ ہوا کرتے ہیں، اسی طرح ٹیلی فون کی خبر میں بھی وسائط ہوا کرتے تھے۔اس لیے اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ میں عام طور پر ٹیلی فون کا وہی حکم دیا گیا جو تار کا تھا۔(۲)

مزید لکھتے ہیں: آج سے تیس پینتیس سال پہلے بھی ٹیلی فون سے خبر کی یہ صورت نہیں تھی جو صورت آج ہے۔اس وقت ٹیلی فون سے بات کرنے کے لیے

---

(۱) مزید لکھتے ہیں: بالفرض اگر اصل خبر میں کوئی خلل شرعی نہ ہوتا ہم اس کا جامہ اعتبار تار میں آکر یکسر تار تار کہ وُہ بیان ہم تک اصالتاً نہ پہنچا بلکہ نقل در نقل ہو کر آیا، صاحبِ خبر تو وہاں کے تار والے سے کہہ کر الگ ہو گیا اُس نے تار کو جنبش دی اور اس کے کھٹکوں سے جن کے اطوارِ مختلفہ کو اپنی اصطلاحوں میں علامتِ حروف قرار دے رکھا ہے اشاروں میں عبارت بتائی اب وہ بھی جُدا ہو گیا یہاں کے تار والے نے اُن کھٹکوں پر نظر کی، اور ضرباتِ معلومہ سے جو فہم میں آیا نقوش معرفہ میں لایا اب یہ بھی الگ رہا وہ کاغذ کا پرچہ کسی ہرکارے کے سپرد ہُوا کہ یہاں پہنچا کر چلتا بنا۔سبحان اللہ اس نفیس روایت کا سلسلہ سند تو دیکھئے مجہول عن مجہول عن مجہول، نامقبول از نامقبول از نامقبول، اس قدر وسائط تو لابدی ہیں پھر شاید کبھی نہ ہوتا ہو کہ معزز لوگ بذاتِ خود جا کر تار دیں، اب جس کے ہاتھ کہلا بھیجا مانیے وُہ جدا واسطہ، اس پر فارم کی حاجت ہُوئی تو تحریر کا قدم درمیان، آپ نہ آئے تو کسی انگریزی دان کی وساطت، اُدھر تار کا بابُو اردو نہ لکھے تو یہاں مترجم کی جُدا ضرورت، اینہمہ فصل زائد ہُوا اور تار وصل نہیں، جب تو نقل در نقل کی گنتی ہی کیا ہے، وائے بے انصافی اس طریقہ تراشیدہ پر عمل کرنے والوں سے پُوچھا جائے ان سب وسائط کی عدالت وثقاہت سے کہاں تک آگاہ ہیں، حاش للہ نام بھی نہیں معلوم ہوتا، نام در کنار اصل شمار وسائط بتانا دشوار، سب جانے دیجئے اسلام پر بھی علم نہیں اکثر ہنود وغیرہم کفاران خدمات پر معیّن، غرض کوئی موضوع سی حدیث اس نفیس سلسلے سے نہ آتی ہوگی، پھر ایسی خبر پر امورِ شرعیہ کی بنا کرنا استغفر اللہ علماء تو علماء میں نہیں جانتا کہ کسی عاقل کا کام ہو۔(فتاویٰ رضویہ ج ۱۰/ص ۳۶۳)

(۲) استفاضہ سے ثبوت ہلال، ص:۴۹

پہلے مقامی ایکسچینج میں کال بک کرانی پڑتی تھی۔ پھر مقامی ایکسچینج دوسرے ایکسچینج سے رابطہ کرتے تھے۔اس کے بعد وہ ایکسچینج اس ٹیلی فون سے رابطہ کرنے کے بعد بطرز معکوس ٹیلی فون کرنے والے سے بات کراتے تھے،جس میں بسا اوقات گھنٹوں انتظار کرنا پڑتا تھا اوراب ٹیلی فون ہو یا موبائل، ان سے بات کرنے کے لیے ان واسطوں کی کوئی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔آپ جن سے بات کررہے ہوتے ہیں، ان کا نمبرآپ کی نگاہ میں اور جوآپ سے بات کررہا ہوتا ہے۔آپ کا نمبر ان کے سامنے ہوتا ہے۔(۱)

اُس وقت حال یہ تھا کہ ایک تو ٹیلی فون ہر جگہ نہیں ہوتا، نیز سب کے پاس نہیں ہوتا، بڑے سرکاری افسران اور بہت بڑے رئیسوں کے یہاں ہوتا، جہاں سب کی رسائی آسان نہیں ہوتی، پھر رسائی ہوگئی تو گھنٹوں گھنٹوں نمبر ڈائل کرتے رہتے، ایکسچینج سے رابطہ در رابطہ کے بعد اگر بات بھی ہوئی اور آدھی گفتگو کے بعد کٹ گئی تو پھر گھنٹوں ڈائل کرتے رہیے، شاید و باید ہی دوبارہ اس نمبر پر بات ہو پاتی، اگر ہو بھی گئی تو پھر وہاں کوئی دوسرا ذریعہ نہیں تھا کہ اس گفتگو کی توثیق ہوسکتی۔ ٹیلی فونی نظام میں اُس وقت اس قسم کی بے شمار مشکلات حائل تھیں۔ مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور رقم طراز ہیں:

> کل تک ٹیلی فون کا نظام بڑا کمزور تھا، اس لیے ٹیلی فونی نظام کے ذریعے دور دراز کے لوگوں سے یہ معلوم ہی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ کس نے چاند دیکھا، کس نے نہیں دیکھا، اور بسا اوقات اگر معلوم بھی کرلیا جائے اور ان میں سے کوئی جھوٹ بول دیتا تو اس کی تحقیق فوراً نہیں ہوسکتی تھی۔

---

(۱) استفاضہ سے ثبوت ہلال، ص:۵۶

۔۔۔۔پوری دنیا کو سامنے رکھ کر دیکھ لیجیے تو روزانہ لاکھوں، لاکھ لوگ دینی امور میں اپنے علما سے رجوع کرتے ہیں، اور جو بتایا جاتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں۔علما فون پر، موبائل پر دینی امور کی رہ نمائی کرتے ہیں۔لوگ اس پر عمل کرتے ہیں۔اعتماد کرتے ہیں اور یہ مانتے ہیں کہ خبر سچی ہے، پکی ہے، صحیح ہے، پھر چاند کا مسئلہ بھی تو دینی امر ہے، تو اس وقت اس معاملے میں اگر یہی علما کہتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا، دوسری جگہ کے علما کہتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا تو اس کا اعتبار [کیوں] نہیں کیا جائے گا؟ (موبائل سے استفاضۂ خبر، کب اور کیسے؟۲۹-۳۱)

اَقُولُ: معلوم نمبر سے معلوم ومتعارف شخص اگر کوئی بات بتارہا ہے تو اس بات میں صدق وکذب کا احتمال ایک الگ مسئلہ ہے اور خود قائل کا فلاں شخص ہونا ایک الگ مسئلہ۔ایک معتبر اور معلوم عالم دین جب ٹیلی فون پر کوئی مسئلہ بتاتا ہے تو اس مسئلے پر اعتماد ویقین اس لیے ہوتا ہے کیوں کہ بتانے والا معلوم ومعتبر اور متعین و متشخص ہوتا ہے۔

اب غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ اس عالم کی بتائی ہوئی بات کا خبر ہونا تو جگ ظاہر ہے، البتہ بتانے والا فلاں عالم ہے، کیا یہ بھی خبر ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ بات ہمیں خبر سے نہیں معلوم ہوتی، بلکہ متعین ومتعارف نمبر اور آواز سے معلوم ہوتی ہے، جو آواز راست ہم سے مخاطب ہوتی ہے، نہ یہ کہ اس کے بارے میں ہمیں کوئی دوسرا خبر دے رہا ہوتا ہے۔

لہٰذا کسی معلوم ومتعارف شخص کا متعارف نمبر سے متعارف انداز میں رویت ہلال کی خبر دینا تو خبر ہوسکتا ہے، لیکن مخبر کا فلاں عالم ہونا، یہ خبر نہیں۔اس کا فلاں عالم ہونا ایک قریب المشاہدہ طریقے سے ثابت ہے، جس میں اطمینان مزید دیگر

ذرائع سے اب ممکن ہے۔ لہٰذا ایسا معلوم ومتعارف شخص جو معلوم نمبر پر شاہد ومشہود جیسا ہو جاتا ہے، اگر وہ راست طور پر آپ کو اپنی رویت کی خبر دے رہا ہے تو اس کا یہ خبر دینا اگر شہادت نہیں ہے، تو خبر محض بھی نہیں، جسے بہ یک جنبش قلم مردود و مغضوب قرار دے دیں۔

اگر اس صورت کو بالفرض شہادت قرار نہیں بھی دیا جاتا تو جس طرح کتاب القاضی الی القاضی، استفاضہ، نقارہ کی آواز وغیرہ میں سے ہر ایک کو ایک سطح پر ذریعۂ ثبوت ہلال تسلیم کیا گیا ہے، نئے دور میں اس جدید طریقۂ ثبوت کا بھی ان پر اضافہ کرلیا جائے۔ آج کے معلوم نمبر پر معلوم ومتعارف شخص کی گفتگو کو ۱۹۲۰ء کے پہلے کے تار اور ٹیلی فون پر قیاس کرنا، عقل وتدبر سے پرے خالص لفظ پرستی ہے۔

واضح رہے کہ سرزمین ہند کے یہ دونوں عظیم مفتیان کرام مفتی نظام الدین رضوی اور مفتی مطیع الرحمٰن رضوی صاحبان نے فون اور موبائل کو محض استفاضہ کے باب میں تسلیم کیا ہے، مخصوص شرطوں کے ساتھ اسے شہادت یا ایک جدید طریقۂ اثبات ہلال کے طور پر تسلیم کرنے کی وکالت صرف راقم السطور کی طرف سے ہے۔ پھر معلوم ومتعارف شخص سے ٹیلی فونک گفتگو کو مفتی نظام صاحب نے تو کسی حد تک مقبول ومعتبر مانا ہے، البتہ مفتی مطیع الرحمٰن صاحب نے استفاضہ کے بغیر اس گفتگو کو مطلقاً غیر معتبر لکھا ہے۔ فرماتے ہیں: تار ہو کہ ٹیلی فون یا موبائل اگر ان کے ذریعے موصولہ خبر حد شہرت کو نہ پہنچتی ہو تو یہ مطلقاً غیر معتبر ہے۔(۱) وفیہ مافیہ۔ ممکن ہے کہ مطلقاً غیر معتبر سے ان کی مراد باب شہادت اور باب استفاضہ میں اس کا غیر معتبر ہونا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) استفاضہ سے ثبوت ہلال، مرتبہ: مفتی محمد شبیر احمد صدیقی، گجرات چاند کمیٹی، احمد آباد، ۲۰۱۵ء

۲-شہادت علی الشہادۃ

(دوسرے کی شہادت کی شہادت)

علامہ ابوالحسن علی بن الحسین سغدی حنفی (۴۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ شہادت علی الشہادہ اسی وقت جائز ہے جب کہ شاہد کسی کو اپنی شہادت پر شاہد بنائے اور اسے یہ حکم دے کہ وہ اس کی شہادت کی شہادت دے۔ لہٰذا شخص ثانی شہادت علی الشہادہ کے وقت کہے گا کہ فلاں شخص نے اپنی شہادت پر مجھے شاہد بنایا اور اس نے مجھے مامور کیا ہے کہ میں اس کی شہادت کی شہادت دوں۔ لہٰذا میں اس کی اس شہادت کی شہادت دیتے ہوئے عرض گذار ہوں کہ۔۔۔۔(۱)

شہادت علی الشہادۃ کی ضرورت وہاں پڑتی ہے جہاں اصل شاہد کا پہنچنا ناممکن یا مشکل ہو۔ شہادت علی الشہادۃ کی شکل پیدا کر کے فقہا نے لوگوں کو ایک بڑے حرج سے نکالا ہے۔ اس کے تفصیلی احکام ہیں۔ احناف کے یہاں حدود اور قذف کے ماسوا تمام مقامات پر شہادت علی الشہادۃ معتبر ہے۔

رویت ہلال کے باب میں بھی فقہا نے شہادت علی الشہادۃ کا اعتبار کیا ہے۔ لہٰذا اس برقی عہد میں اس میں بھی ان تمام جدید ذرائع و وسائل کا استعمال اسی طرح درست ہوگا، جس کی تفصیل ماسبق سطور میں شہادت رویت کے ذیل میں گزری۔

۳-شہادۃ علی القضاء

(قاضی کے فیصلے کی شہادت)

شہادت علی القضاء۔ یعنی قاضی کے سامنے کسی دوسرے شہر میں شہادت گزری

---

(۱) النتف فی الفتاوی: ۲ / ۸۰۲

ہو،اس وقت چند لوگ موجود ہوں، وہ دوسرے شہر کے قاضی کے پاس اس شہادت کے گزرنے اور اس پر قاضی کے فیصلے کی کی شہادت دیں۔اس صورت میں دوسرے شہر کے قاضی کو چاہیے کہ ان کی اس شہادت کا اعتبار کرے اور اپنے شہر میں بھی اس کی بنیاد پر رویت ہلال کا اعلان کر دے۔علامہ کمال ابن ہمام ارقام فرماتے ہیں:

وَلَوْ شَهِدُوا أَنَّ قَاضِيَ بَلَدِ كَذَا شَهِدَ عِنْدَهُ اثْنَانِ بِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ فِي لَيْلَةِ كَذَا، وَقَضَى بِشَهَادَتِهِمَا جَازَ لِهَذَا الْقَاضِي أَنْ يَحْكُمَ بِشَهَادَتِهِمَا لِأَنَّ قَضَاءَ الْقَاضِي حُجَّةٌ وَقَدْ شَهِدُوا بِهِ۔ (فتح القدیر: ۲/ ۳۱۴)

اگر گواہوں نے اس بات کی شہادت دی کہ فلاں شہر کے قاضی کی مجلس میں فلاں تاریخ کو دو گواہوں نے رویت ہلال کی شہادت دی اور قاضی موصوف نے ان کی شہادت کے مطابق فیصلہ کر دیا تو اِس قاضی کے لیے بھی جائز ہوگا کہ ان گواہوں کی شہادت پر فیصلہ دے، کیوں کہ قضاے قاضی حجت ہے جس کی انہوں نے شہادت دے دی ہے۔

شہادت علی القضاء بھی در حقیقت شہادت کی ہی ایک قسم ہے، لہٰذا اس میں بھی شہادت کے جدید ذرائع سے استفادہ کیا جانا چاہیے، جس کی تفصیل شہادت رویت کے ذیل میں گزر چکی۔

۴- کتاب القاضی الی القاضی

قاضی کا مکتوب دوسرے قاضی کے نام

ایک قاضی کے نزدیک رویت ہلال شرعی طور پر ثابت ہوگئی اور اس نے اس پر فیصلہ دے دیا، اب اگر وہ دوسرے شہر کے قاضی کو خط لکھ کر اپنے فیصلے کی اطلاع دیتا ہے تو اس دوسرے قاضی کو بھی اس مکتوب کی بنیاد پر رویت ہلال کا فیصلہ کرنے کی

اجازت ہے۔لیکن یہ معاملہ چند شرائط کی ساتھ مشروط ہے،جس کی تفصیلات فقہا نے اپنی کتابوں میں بیان کر دی ہیں۔

کتاب القاضی الی القاضی کا طریقہ یہ ہے کہ جس قاضی کے پاس شہادت رویت گزری ہو، وہ دوسرے قاضی کے نام مکتوب لکھے اور دو گواہوں کے ساتھ اس خط کو اس قاضی کے پاس بھیجے، جو وہاں جا کر گواہی دیں کہ یہ خط فلاں قاضی کا ہے۔

امام سرخسی (۴۸۳ھ) فرماتے ہیں:

> کتاب القاضی الی القاضی پر عمل خلاف قیاس ہے۔کیوں کہ قاضی کا خط اس کے الفاظ سے زیادہ قوی نہیں ہوسکتا اور حال یہ ہے کہ اگر قاضی کاتب بہ نفس نفیس، قاضی مکتوب الیہ کی مجلس قضا میں پہنچ کر مضمون خط کو اپنی زبان سے بیان کرے تو قاضی مکتوب الیہ اس پر عمل نہیں کرے گا۔اسی طرح اس کے مکتوب کا بھی یہی حال ہونا چاہیے اور اس لیے بھی کہ مکتوب بسا اوقات جعلی تیار ہوجاتا ہے اور خط اور مہر کے مشابہ خط اور مہر تیار ہوجاتا ہے۔لہٰذا اس میں احتمال پیدا ہوگیا اور جس میں احتمال ہو وہ قضا کے لیے حجت نہیں بن سکتا۔لیکن ہم نے کتاب القاضی الی القاضی پر عمل کو ان تمام امور میں درست قرار دیا ہے جو شبہات کے ساتھ بھی ثابت ہوجاتے ہیں۔اور یہ حضرت علی کی ایک روایت کی بنا پر ہے کہ انہوں نے اسے درست قرار دیا، نیز لوگوں کو اس کی حاجت بھی ہے۔...اسے ہم نے انہی امور میں معتبر رکھا ہے جو شبہات کے ساتھ بھی ثابت ہوجاتے ہیں، کیوں کہ کتاب القاضی کے اندر شبہات پائے جاتے ہیں، جیسا کہ قیاس کی وضاحت کرتے ہوئے اس کی طرف اشارہ گزر چکا۔لہٰذا وہ امور جو شبہات سے ساقط ہوجاتے ہیں، ان میں کتاب القاضی معتبر نہ ہوگا اور اس لیے بھی کہ ایسے امور نادر

ہوتے ہیں، ان میں لوگوں کا ابتلاے عام نہیں ہے، لہٰذا جب اسے حسب ضرورت، حجت مانا گیا ہے تو اس کی حجیت انھی امور تک منحصر رکھی جائے گی جن میں ابتلاے عام/عموم بلویٰ پایا جاتا ہے؛ کیوں کہ حاجت دراصل ابتلاے عام میں ہی متحقق ہوتی ہے۔(المبسوط:۱٦/ ۹۵)

علامہ علاء الدین کاسانی نے اس کی قبولیت کی حسب ذیل شرائط لکھی ہیں:

۱-اس بات کی شہادت کے یہ فلاں قاضی کا مکتوب ہے۔

۲-خط مہر کے ساتھ ہو اور اس بات کی بھی شہادت ہو کہ یہ مہر اسی قاضی کی ہے۔

۳-امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے مطابق مضمون خط پر بھی شہادت ہو۔

۴-قاضی کاتب اور قاضی مکتوب الیہ کے درمیان سفر شرعی کا فاصلہ ہو۔

۵-کتاب القاضی حدود وقصاص سے متعلق نہ ہو۔ نیز ایسی اشیا سے متعلق ہو جو غیر منقولہ ہوں۔ جیسے گھر اور زمین وغیرہ۔ اس میں امام ابو یوسف کا جزوی اختلاف ہے، جب کہ قاضی ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک منقولہ وغیر منقولہ جملہ امور میں کتاب القاضی معتبر ہے اور یہی معمول بہ ہے۔

٦-کاتب ومکتوب الیہ کا نام باپ دادا اور قبیلے کی صراحت کے ساتھ ہو۔

۷-گھر اور زمین کے معاملات میں اس کے حدود اربعہ یا ثلاثہ مذکور ہوں۔

۸-قاضی مکتوب الیہ تک مکتوب کے پہنچنے کے وقت قاضی کاتب اپنے منصب پر بحال ہو، اس سے قبل معزول نہ ہو گیا ہو۔

۹-قاضی مکتوب الیہ بھی اسی طرح مکتوب ملنے کے وقت اپنے منصب پر ہو۔

۱۰-قاضی کاتب عادل ومخلص ہو۔(بدائع الصنائع:۷/ ۷-۸،ملخصاً)

بہر کیف! رویت ہلال کے باب میں بھی ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کے نام مذکورہ شرائط کے ساتھ معتبر ہے۔

ای میل، وہاٹس ایپ، میسیج وغیرہ

ہر جگہ چاند کی رویت ہو یہ ضروری نہیں اور جس نے چاند دیکھا ہو وہ ہر جگہ اس کی شہادت لے کر جائے اس میں حرج شدید ہے۔ اس تناظر میں قدیم فقہا نے قاضی کے مکتوب کو بھی مذکورہ شرائط کے ساتھ باب ہلال میں معتبر مانا۔ چوں کہ ماضی میں ایک شہر سے دوسرے شہر تک پیغام رسانی کے لیے خط ایک موثر ذریعہ تھا، اس لیے ثبوت ہلال کے لیے ماضی کے علما نے اسے معتبر قرار دیا۔ اب اس میں ایک احتمال یہ تھا کہ کوئی شخص غلط طور پر کسی کا خط پیش کر دیتا۔ یوں ہی بسا اوقات یہ ممکن ہوتا ہے کہ کوئی ماہر کسی کی تحریر کی نقل اتار دے۔ مہر اور دستخط کی بھی ماہرانہ نقالی ہو جاتی ہے۔ اس لیے اس احتمال کو کم سے کم کرنے کے لیے علماے اسلام نے اس خط کے ساتھ ایسی شرطیں لگا دیں کہ فراڈ کا احتمال ممکنہ حد تک دور ہو سکے، اگر چہ اس کے بعد بھی کذب و فراڈ کا احتمال، ضعیف ہی سہی، باقی رہتا ہے۔

گذشتہ عہد میں کتاب القاضی الی القاضی کی جو ضرورت تھی، موجودہ عہد میں بھی حسب دستور باقی ہے۔ البتہ اس ضرورت کی تکمیل کے لیے آج مکتوب سے بہتر، موثر، سریع اور یقینی ذرائع پیدا ہو گئے ہیں، جن میں ای میل، وہاٹس ایپ، میسینجر اور ٹیکسٹ، وائس اینڈ ویڈیو چیٹنگ سب سے نمایاں ہیں۔ ایسے میں آج بھی رویت ہلال کے باب میں قدیم کتاب القاضی پر اصرار کرنا ایک بے بصیرت اصرار ہے۔ کتاب القاضی کو معتبر ماننا اور ان جدید ذرائع کو سرے سے مردود بتانا لفظ پرستی، اصرار، لوگوں کو حرج میں ڈالنا اور ایک امر مبتلا فیہ کو کلیۃً رد کر دینے کے ہم معنی ہے، جو شریعت اسلامی کی تیسیر اور سماحت پسندی سے قطعاً بعید ہے، بطور خاص اس صورت میں جب کہ مذکورہ جدید ذرائع کے توسط سے کتاب القاضی کو بھی دستخط و مہر کے ساتھ راست طور پر بھیجا جا سکتا ہے۔

آج اگر ممبئی کا قاضی بذریعۂ خط بنگال کے قاضی کو مطلع کرنا چاہے اور خط لکھ کر دو گواہوں کو اس پر گواہ کرے اور ان کو ممبئی سے بنگال بھیجے تو نہ صرف یہ کہ اس میں شدید تکلف پیدا ہوگا، وقت لگے گا اور ناحق لوگوں کو تاخیر اور انتظار کے کرب سے گزرنا ہوگا اور اس میں بڑا صرفہ آئے گا، جس کا معاصر مزاج متحمل نہیں، اس عمل کو موجودہ زمانے میں سراسر حماقت مآبی کہا جائے گا۔

موجودہ زمانے میں خط کے مثل فیکس، ای میل، وہاٹس ایپ اور وائس اینڈ ویڈیو چیٹنگ نئی دریافتیں سامنے آئی ہیں، جو ثبوت کے لحاظ سے خط سے زیادہ قوی ہیں۔اس لیے کہ اگر ممبئی کا قاضی اپنی تحریر بذریعۂ فیکس، ای میل، وہاٹس ایپ بنگال کے قاضی کے دفتر میں اس کے نمبر اور ای میل آئی ڈی پر بھیج دے یا اپنی آئی ڈی سے اس کی آئی ڈی پر ٹیکسٹ، وائس یا ویڈیو چیٹنگ کرے، تو اولاً یہ ثبوت وقت اور صرفہ کے بچت کے ساتھ پہنچے گا، ثانیاً اس میں فراڈ کے احتمالات قاضی کے مکتوب کی بہ نسبت بہت ہی کم ہیں۔ پھر آج کے زمانے میں تحقیق حال کے لیے وہ فوراً فون یا موبائل وغیرہ کے ذریعے رابطہ بھی کر سکتا ہے۔لیکن اس کے باوجود یہ اصرار کرنا کہ آج بھی قاضی کا خط تو معتبر ہے جسے دو گواہ لے کر جائیں لیکن ثبوت ہلال کے لیے ان جدید ذرائع کا استعمال بہر حال ناجائز و نامعتبر ہے؛ کیوں کہ ماضی کے علما نے ان کا ذکر نہیں کیا ہے، سراسر غیر علمی اور غیر فقہی رویہ ہے۔

فون اور موبائل

یہاں یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ اگر ممبئی کا قاضی اپنے یہاں کی شہادت کی اطلاع بنگال کے قاضی کو دینا چاہتا ہے تو کیا ضروری ہے کہ کتاب القاضی الی القاضی کا سہارا لے، خط لکھے یا فیکس اور ای میل ہی کرے۔ایسا کیوں نہیں کر سکتا کہ اگر اس کے پاس بنگال کے قاضی کا فون نمبر ہے تو براہ راست فون پر اسے خود اطلاع

دے دے۔ ماضی میں قاضی کو خط لکھنے کی زحمت اس لیے پڑ رہی تھی کہ ماضی میں یہ تصور ہی نہیں تھا کہ ممبئ میں بیٹھ کر وہ بنگال کے قاضی سے براہ راست گفتگو کر سکے ۔آج جدید ذرائع ابلاغ کی برکات کی بدولت جب اس کے لیے براہ راست قاضی سے گفتگو کرنا ممکن ہو گیا ہے، تو اس کا اب بھی براہ راست رابطہ نہ کرنا اور دو گواہوں کے ساتھ خط بھیجنا فقہ وحکمت کا کون سا تقاضا ہے؟ اس راست گفتگو سے قاضی بنگال کو ثبوت ہلال کا جو یقین حاصل ہوگا، وہ اس خط سے بدرجہا زیادہ ہوگا جسے دو شخص لے کر آئیں۔ پھر ایسے میں آج بھی قاضی ممبئ کو خط لکھنے کا مکلف کرنا اور فون سے بات کرنے کو اس کے لیے ناجائز وحرام قرار دینا، شریعت کو مشکل اور معاملات کو پیچیدہ بنانے کے سوا آخر اور کیا ہے؟

فرض کیجیے کہ دو نمازی اور دین دار اشخاص ممبئ سے آپ کے بھائی کا خط لے کر آئیں اور یہ بتائیں کہ آپ کے دو بھائی جو ممبئ میں تھے ان میں سے ایک کا انتقال ہو گیا اور دوسری صورت یہ ہو کہ آپ کا ایک بھائی خود فون کر کے بتائے کہ دوسرے بھائی کا انتقال ہو گیا، ان دونوں صورتوں میں زیادہ آسان اور مفید یقین کون سی صورت ہے؟

کیا یہ بھی کوئی ارسطو کا فلسفہ اور بطلیموس کا کوئی فارمولہ ہے جس پر دماغ سوزی کی ضرورت ہو؟ ہمیں اللہ کے رسول ﷺ نے اس بات کا حکم دیا ہے کہ ہم عام مسلمانوں کے لیے آسانیاں پیدا کریں، مشکلات کھڑی نہ کریں۔ انہیں مانوس کریں بیزار نہ کریں۔ یَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا(١)

مگر ہمارا معاملہ یکسر مختلف ہے۔

---

(١) بخاری، کتاب العلم، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولھم بالموعظۃ والعلم

شبہات اور ان کا ازالہ: مذکورہ بالا جدید ذرائع ابلاغ کو کتاب القاضی کی جگہ معتبر تسلیم کرنے میں چند ایک شبہات پیدا ہوتے ہیں:

پہلا شبہہ: قضا کے باب میں کتاب القاضی کو فقہا نے خلاف قیاس تسلیم کیا ہے؟ لہٰذا اس پر مزید نئی چیزوں کا قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ کیوں کہ قیاس کے جواز کے لیے ضروری ہے کہ مقیس علیہ یعنی جس پر قیاس کیا جا رہا ہو، وہ خلاف قیاس نہ ہو۔

جواب: یہاں پر مذکورہ جدید ذرائع ابلاغ کو کتاب القاضی الی القاضی پر قیاس نہیں کیا گیا ہے، بلکہ قضا کے باب میں کتاب القاضی جس دلیل کی بنیاد پر خلاف قیاس تسلیم کیا گیا ہے، اس سے قوی تر دلیل کی بنیاد پر ان جدید ذرائع ابلاغ کو موافق قیاس تسلیم کیا گیا ہے۔

کتاب القاضی کے خلاف قیاس ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ تحریر اور دستخط کا مجموعہ ہوتا ہے جن کی نقالی ممکن ہے۔ فقہا فرماتے ہیں: **الخَطُّ يُشبِهُ الخَطَّ وَ الخَاتَمُ يُشبِهُ الخَاتَمَ**۔ ایک خط کی طرح دوسرا خط ہوسکتا ہے اور ایک مہر کی طرح دوسری مہر ہوسکتی ہے۔

اس کے برخلاف ای میل، وہاٹس ایپ، ٹیکسٹ میسیج وغیرہ متعین ڈیجیٹل نمبر سے ہوتا ہے، جس کا ثانی ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ ڈیجیٹل ورلڈ ہے جہاں ہر نمبر اور ہر آئی ڈی کسی ایک شخص کے لیے متعین ہے۔ نمبر اگر پیشگی طور پر معلوم ہے تو اس میں خط والا اشتباہ نہیں ہے۔ ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ نمبر یا ای میل کسی کا ہو اور اس فون یا آئی ڈی کو کوئی اور استعمال کر دے؟ لیکن یہ احتمال انتہائی ضعیف اور شاذ ہے، خاص طور پر بڑے قضاۃ اور علما کے نمبر اور آئی ڈیز کے بارے میں، وہ بھی رمضان اور عید کے موقع پر یہ احتمال نہ ہونے کے برابر رہ جاتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ یہ بھی ممکن ہے کہ ای میل، وہاٹس ایپ اور ٹیسٹ میسیج کے بعد دیگر ذرائع سے قاضی صاحب براہ راست

دوسرے قاضی صاحب سے رابطہ کرلیں، اس سے مذکورہ احتمال ضعیف کا بھی ازالہ ہو جائے گا اور ایک مکمل یقینی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔

یہ معلوم ہونے کے بعد کہ متعین آئی ڈی اور نمبر سے قاضی کا وہاٹس ایپ، ای میل اور میسیج دوسرے قاضی کے نام اس کے مکتوب سے درجوں بلند اور یقینی ہے، اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ موجودہ عہد میں اس کی حاجت ہے یا نہیں؟ اور حاجت ہے تو کتنی ہے؟

ماضی میں ایک قاضی کو دوسرے قاضی کے فیصلوں کا علم کم ہو پاتا تھا، بطور خاص بہت لمبی مسافتوں پر رہنے والے ایک دوسرے سے کلیۃً بے خبر رہتے تھے۔ ایسے میں اگر ایک شہر کا قاضی رویت ہلال کا فیصلہ کرتا تھا تو اس کی خبر دور دراز کے قضاۃ تک بہ مشکل پہنچتی تھی۔ اب جدید ذرائع ابلاغ خصوصاً سوشل میڈیا کی برکت سے کشمیر کا قاضی رویت ہلال کا اعلان کرتا ہے اور پلک جھپکتے ہی کنیا کماری تک اس کی خبر پھیل جاتی ہے۔ مثلاً اسی سال ۱۴۳۹ھ/ ۲۰۱۸ء میں قاضی مدراس ڈاکٹر صلاح الدین ازہری صاحب نے ہلال رمضان کا اعلان کیا اور بہت جلد پورے ملک میں اس کی خبر پہنچ گئی۔ اب ہوتا یہ ہے کہ خبر ملنے کے بعد ہر کوئی چاہتا ہے کہ علما اس کی تحقیق کرنے کے بعد اپنے حلقۂ قضا میں اس کا فیصلہ فرمادیں۔ سوال یہ ہے کہ اب ایسی صورت میں آج ممکنہ طور پر کیا کیا جا سکتا ہے؟

الف: عینی شاہدین کو کشمیر، کولکاتا، دہلی اور گجرات روانہ کیا جائے؟ لیکن سوال ہے کہ اس کے لیے کون تیار ہوگا؟ اگر ایک دو لوگ تیار بھی ہوئے تو ان کے آنے جانے کا نفقہ کون دے گا؟ ریاست اسلامی تو ہے نہیں کہ یہ بار ریاست اٹھائے۔ بلکہ ہندوستان جیسے مما لک میں رویت ہلال کے باب میں سارے مسائل اسلامی ریاست نہ ہونے کے سبب ہی ہیں۔

ب: مدراس کا قاضی اپنا مکتوب دو دو گواہوں کے ساتھ ملک کے مختلف حصوں میں روانہ کرے۔ پھر صرفہ کا سوال آئے گا۔ پھر بالفرض اگر صرفہ کا مسئلہ حل ہو بھی

جائے تو وقت کا مسئلہ ہے۔ صحیح وقت پر جہاز اور ٹرین کا ٹکٹ ملنے کا مسئلہ ہے، وہ بھی مل گیا، تو صحیح وقت پر پہنچنے کا مسئلہ ہے، وہ بھی حل ہو گیا جو عملاً ناممکن سا ہے تو علما کے ذہن و فکر اور کردار و عمل پر اہل دنیا کے ہنسنے کا مسئلہ ہے۔ جب ایک قاضی اپنا پیغام دوسرے قاضی کے پاس لمحوں میں وہاٹس ایپ، فون نمبر، ای میل، فیکس وغیرہ سے پہنچا سکتا ہے تو اس سہل ترین راستے کو چھوڑ کر ناکوں سے چنے چبانے کی ضد کون سی حکمت ہے؟ ایسی فقہ و بصیرت سے اہل اسلام کا بھلا تو نہ ہوگا، البتہ اس سے علما اور دین داروں کی جگ ہنسائی ضرور ہوگی۔

ج: اس مسئلہ کا عصری، آسان اور یقینی حل یوں ہو کہ مدراس کا قاضی کشمیر، کولکاتا، دہلی اور گجرات کے قاضیوں کو ان کے پرسنل نمبر، ای میل اور میسینجر پر اپنا پیغام ارسال کر دے۔ اگر اس نمبر پر دونوں قاضی ایک دوسرے سے رابطے میں ہیں یا دونوں ایک دوسرے کے لیے متعارف ہیں، تو اس پیغام کے ذریعے ان کو قاضی مدراس کے فیصلے کا ظنی علم حاصل ہو جائے گا۔ ایسی صورت میں دوسرے قاضیوں کے لیے ممکن ہے کہ بطور احتیاط فون کر کے راست طور پر اس کی توثیق مزید حاصل کر لیں۔

دوسرا شبہہ: کتاب القاضی الی القاضی کے باب میں فقہا نے لکھا ہے کہ یہ خلاف قیاس ثابت ہے، یہاں تک کہ اگر خود قاضی کاتب، قاضی مکتوب الیہ کی مجلس میں آ کر اپنی زبان سے کہے تو اس کی بات بھی نہیں مانی جائے گی۔ تو اس معاملے میں جب قاضی کی اپنی بات نہیں مانی جاتی ہے تو پھر اس کے واٹس ایپ، میسیج، ای میل وغیرہ کا اعتبار کیوں کر کیا جا سکتا ہے؟

جواب: اس شبہہ کی کئی جہتوں کا ازالہ گذشتہ جواب سے ہو جاتا ہے۔ مزید سنیے:

اولاً: کتاب القاضی الی القاضی کا اعتبار خلاف قیاس اس لیے ہے کہ اس میں جعل سازی کا احتمال ہے۔ مہر اور تحریر کی نقل ممکن ہے۔ یہ احتمالات جدید برقی ذرائع

میں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ کیوں کہ یہ سارے ذرائع Digitalized ہیں اور Digits متعین ہوتے ہیں۔ صرف یہ احتمال ہے کہ آپ کے نمبر کو کسی دوسرے نے استعمال کرلیا ہو، جس کا ازالہ ایک سے زائد ذرائع سے ممکن ہے۔

ثانیاً: جدید ذرائع کتابت کو اگر محتمل اور خلاف قیاس ہی سمجھا جائے تو جس شرعی حاجت کے پیش نظر کتاب القاضی کو خلاف قیاس معتبر مانا گیا ہے، اسی حاجت شرعی کی بنیاد پر جدید ذرائع کتابت کو خلاف قیاس معتبر مانا جائے۔ پھر جس طرح کتاب القاضی الی القاضی کے احتمال کو فقہاے قدیم نے اپنے عہد کے ممکنہ وسائل سے دور کیا، معاصر فقہا نئے عہد کے ممکنہ وسائل سے دور کریں، جو بے شمار اور سہل الحصول ہیں۔

ثالثاً: کتاب القاضی کی جگہ دوسرے قاضی کی مجلس میں عبارۃ القاضی اس لیے نامعتبر ہیں کہ ایک قاضی کی مجلس میں دوسرا قاضی ایک عام مسلمان جیسا ہے، وہ اپنے حلقۂ قضا سے باہر ہوتا ہے۔ اس کا کوئی دعویٰ اس وقت تک تسلیم نہیں کیا جائے گا، جب تک کہ وہ اس پر دو شرعی گواہ نہ پیش کر دے۔ برخلاف اس کے کتاب القاضی وہ اپنے حلقہ قضا سے بھیجتا ہے، جہاں وہ قاضی ہوتا ہے، محض ایک عام مسلمان نہیں۔ اس لیے جس طرح اس کا مکتوب ممکنہ شرطوں اور احتیاطوں کے ساتھ معتبر ہے، اسی طرح اس کے وہاٹس ایپ، ای میل، میسیج، فیکس وغیرہ کو بھی ممکنہ شرطوں اور احتیاطوں کے ساتھ معتبر ہونا چاہیے؛ کیوں کہ وہ ان ذرائع سے اپنا مکتوب/ پیغام بھیجتے وقت اپنے دائرۂ قضا میں ہوتا ہے اور ایک قاضی ہوتا ہے، دائرۂ قضا سے باہر ایک عامی نہیں ہوتا۔ ان تمام حقائق کو نظر انداز کر کے صرف یہی گائے جانا کہ ان تمام وسائل میں احتمال لازوال ہے، حقائق وشواہد اور عقل و درایت کے خلاف ہے۔ دنیا بہت تیزی سے بدل رہی ہے۔ ایسے میں یہ Nonsense نغمہ بہت دنوں تک نہیں چل سکتا۔

بہرکیف! آج ایک قاضی کے پاس اگر دوسرے قاضی کا مکتوب اس کے شخصی نمبراورآئی ڈی سے موصول ہوتا ہے تو اس میں ظن غالب کی وہ کیفیت پائی جاتی ہے جو کتاب القاضی میں مطلوب ہے۔ یہاں پر دوسرے شخص کے ذریعے اس قاضی کے ڈیوائس یا آئی ڈی کے استعمال کرنے کا جوایک خفیف سا احتمال ہے، اس کا ازالہ دوسرا قاضی براہ راست آڈیو، ویڈیو کالنگ یا دیگر ذرائع سے کرسکتا ہے، اگر کرنا چاہے۔

تیسرا شبہہ: کتاب القاضی شہادت اور گواہوں کے ساتھ ہی معتبر ہے، جب کہ ان جدید ذرائع کومعتبر ماننے کی صورت میں یہ شرط نہیں پائی جارہی ہے۔

جواب: دراصل کتاب القاضی کے باب میں امر معتبر صرف قاضی کا مکتوب ہے، گواہوں کی شرط تو مکتوب میں جعل سازی کے احتمال کو دور کرنے کے لیے ہے۔ اس کے برخلاف قاضی اپنے نمبراورآئی ڈی سے اگر دوسرے قاضی کو اپنے لیٹر ہیڈ پر یا اس کے بغیر اپنا مکتوب یا پیغام بھیجتا ہے تو اس میں جعل سازی کا وہ احتمال ہی نہیں رہتا۔ رہا یہ احتمال کہ قاضی کی آئی ڈی یا ڈیوائس کسی اور نے استعمال کردی ہو تو اس احتمال ضعیف کا ازالہ بھی آج قاضی دوسرے قاضی سے راست طور پر وائس/ ویڈیو ٹیلی فونک رابطہ کرکے یا اپنے دیگر ذرائع سے کرسکتا ہے۔ لہٰذا یہاں گواہوں کی سرے سے حاجت ہی نہیں۔

۵-استفاضہ یا خبر مستفیض

مشہور ومستند خبر

استفاضہ یا خبر مستفیض، یعنی کسی شہر کے بارے میں معلوم ہو کہ وہاں رمضان و عید قاضی یا مفتی اسلام کے حکم سے ہوتا ہے، عوام خود نہیں کرتے، وہاں سے متعدد خبریں موصول ہوں کہ وہاں فلاں دن روزہ رکھا جارہا ہے یا فلاں دن کو عید ہورہی ہے۔ یہ خبر

اتنی زیادہ تعداد میں موصول ہو کہ قاضی کو ان پر مکمل اعتماد و انشراح حاصل ہو جائے اور اس کے جھوٹ ہونے کا احتمال تقریباً ختم ہو جائے تو اس خبر کو خبر مستفیض کہا جاتا ہے۔

خبر مستفیض شریعت کے مختلف احکام بشمول رویت ہلال کے باب میں معتبر ہے۔ قاضی کو چاہیے کہ اس خبر کو قبول کرے اور اس کے مطابق فیصلہ دے۔ علامہ نجم الدین سلیمان بن عبدالقوی عراقی حنبلی (۷۱۶ھ) لکھتے ہیں:

''مستفیض فاض الماء و الاناء سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت کہتے ہیں جب پانی لبالب ہو کر کناروں سے بہنے لگے، جیسا کہ شرح خطبہ میں مذکور ہوا۔ اس اشتقاق اور عامۃ الناس کے عرف کی بنیاد پر خبر مستفیض کے سلسلے میں تحقیق یہ ہے کہ خبر مستفیض اس مشہور و معروف خبر کو کہتے ہیں جو لوگوں میں اس طرح عام ہو چکی ہو کہ اس کا جھوٹ اور غلط ہونا عادۃً بعید ہو۔'' (شرح مختصر الروضۃ: ۲ / ۱۰۸)

شارح ہدایہ، محقق علی الاطلاق علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی (۸۶۱ھ) لکھتے ہیں:

خبر واحد کی ایک قسم خبر مستفیض ہے اور وہ ایسی خبر ہے جس کے راوی تین یا اس سے زائد ہوں۔ **مِنهُ قِسمٌ یُسَمّٰی المُستَفِیضَ: مَا رَوَاہُ ثَلَاثَۃٌ فَصَاعِداً۔** (التحریر فی اصول الفقہ، ص: ۳۱۱، مصطفی البابی، ۱۳۵۱ھ)

خبر مستفیض کے سلسلے میں علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی (۹۷۳ھ) لکھتے ہیں:

''خبر مستفیض وہ خبر ہے جو لوگوں میں مشہور ہو اور اس کی کوئی نہ کوئی بنیاد ہو، جو خبر لوگوں میں مشہور ہو اور اس کی کوئی بنیاد نہ ہو، وہ خبر مستفیض نہیں ہے۔ کبھی خبر مستفیض کو خبر مشہور بھی کہتے ہیں، اس طرح دونوں مترادف ہوتے ہیں، جب کہ ایک قول یہ ہے کہ مستفیض اس مشہور خبر کو کہتے ہیں جو

متواتر ہو اور ایک قول یہ ہے کہ خبر مستفیض؛ خبر متواتر اور خبر واحد سے الگ، خبر کی ایک تیسری قسم ہے، جب کہ محدثین کے یہاں مستفیض، متواتر سے عام ہے۔

خبر مستفیض میں فقہا کے نزدیک کم از کم دو مخبر کا ہونا ضروری ہے اور علماے اصول کے یہاں تین سے زائد افراد کا ہونا ضروری ہے جب کہ محدثین کے یہاں کم از کم تین افراد کا ہونا ضروری ہے۔ اس تفصیل سے استفاضہ اور تواتر کا فرق واضح ہو گیا۔ اسی طرح شہرت کی عمومیت اور استفاضے کی خصوصیت بھی واضح ہو گئی، کیوں کہ ہر شہرت استفاضہ نہیں ہے۔ اسی وجہ سے فقہا نے کہا ہے کہ استفاضے میں یہ شرط ہے کہ شاہد اتنی بڑی جماعت سے سنے کہ اس کے دل میں ان کی صداقت جم جائے اور اسے اس بات کا یقین ہو جائے کہ یہ سب جھوٹے نہیں ہیں۔ اس لیے اس میں فقط دو عادل سے سننا کافی نہیں ہے، الا یہ کہ وہ اپنے ہی خلاف گواہی دیں۔ خبر متواتر کی طرح ہی خبر مستفیض میں بھی گواہوں کا عادل، آزاد اور مرد ہونا شرط نہیں ہے۔'' (الفتاویٰ الفقہیۃ الکبریٰ: ۲/ ۶۱)

علامہ رحمتی کا بیان

ایک سوال یہ ہے کہ استفاضے کا تحقق کیسے ہوگا؟ اس سلسلے میں علامہ مصطفیٰ رحمتی (۱۱۳۵ھ) کی یہ عبارت علما کے یہاں مشہور ہے:

مَعنى الاِستِفَاضَةِ أَن تَأتِي مِن تِلكَ البَلَدَةِ جَماعاتٌ مُتعَدِّدُونَ كُلٌّ مِنهُم يُخبِرُ عَن أَهلِ تِلكَ البَلَدةِ أَنَّهُم صَامُوا عَن رُؤيَةٍ لَا مُجَرَّدِ الشُّيُوعِ مِن غَيرِ عِلمٍ بِمَن أَشَاعَهُ۔ (ردالمحتار: ۲/ ۴۲۹)

''استفاضہ کے معنی یہ ہیں کہ اس شہر سے متعدد جماعتیں آئیں اور وہ تمام

یہ اطلاع دیں کہ اس شہر میں لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے، محض ایسی افواہ جس کا پھیلانے والا معلوم نہ ہو، وہ استفاضہ نہیں ہے۔''

یہ توضیح استفاضے کی حقیقت کو نہیں بتاتی، استفاضے کے تحقق کی ایک شکل کو بتاتی ہے، جو قدیم زمانے میں رائج تھی۔

فقہا کی عبارتوں کی روشنی میں خبر مستفیض کی حقیقت صرف یہ ہے کہ وہ مشہور خبر جو نہ متواتر ہو نہ مجہول ہو، مشہور اور شائع و ذائع ہو، اس کے ساتھ اس کی کوئی بنیاد ہو، خبر دینے والوں کا اتا پتا ہو، وہ محض افواہ نہ ہو، ایسی خبر سے ظن غالب کا حصول ہو جاتا ہے جو شریعت میں عمل کے باب میں حجت ہے۔ اب ایسی خبر جس طریقے سے بھی حاصل ہو جائے وہ خبر مستفیض ہی ہوگی نہ کہ کچھ اور۔

علامہ رحمتی نے خبر مستفیض کی جو ایک شکل بتائی ہے بعض علما نے اسی ایک شکل کو اس کی کل حقیقت سمجھ لیا جو ان کا تسامح ہے۔

ماضی میں جب کوئی ایک شہر سے دوسرے شہر میں جاتا تھا جب ہی اس شہر کے حالات دوسرے لوگوں کو ملتے تھے۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا ذریعہ ہی نہیں تھا۔ آج مواصلات کی دنیا میں ایسا انقلاب آیا کہ دوریاں رہ کر بھی دوریاں نہ رہیں۔ ہر شہر کا آدمی دوسرے شہر کے حالات سے ہر وقت اسی طرح واقف ہوتا ہے جس طرح وہ اپنے شہر کے حالات سے واقف ہوتا ہے، بلکہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شہر کے حالات اس کے تمام شہریوں تک پہنچنے سے بہت پہلے دوسرے شہر تک پہنچ جاتے ہیں۔

مثال کے طور پر ایک شخص الٰہ آباد کا رہنے والا ہے، وہ دہلی کے اوکھلا علاقے میں ملازمت کرتا ہے۔ ۲۹ رمضان کو شاپنگ کے لیے مینا بازار جامع مسجد جاتا ہے۔ جامع مسجد کے میناروں سے اعلان ہوتا ہے کہ آج ۲۹ رمضان کو چاند کی رویت ہو گئی ہے، کل عید کی نماز ادا کی جائے گی۔ یہ شخص اپنی قیام گاہ اوکھلا، نئی دہلی پہنچنے سے قبل ہی

الہ آباد اپنے وطن کے قاضی کو فون کر دیتا ہے، اس طرح جامع دہلی کے مینار سے ہونے والا اعلان دہلی کے اوکھلا علاقے تک پہنچنے سے قبل الہ آباد پہنچ گیا۔

اسی وقت پٹنہ، لکھنؤ، بنارس، مبارک پور، بریلی، بدایوں، کچھو چھہ اور کانپور کے معتبر مقامات سے بھی اعلان عید کی خبر قاضی صاحب تک آ گئی۔ اتنی خبریں آنے کے بعد اس خبر کے صحیح و درست ہونے کا یقین یا کم از کم ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ خبر عام خبر کے درجے سے بلند ہو کر خبر مستفیض کا درجہ حاصل کر لیتی ہے جسے شریعت نے دلیل و حجت تسلیم کیا ہے۔

ایسے میں کسی کا اب بھی یہ اصرار کرنا کہ خبر مستفیض وہی ہوگی جسے لے کر مختلف جماعتیں آئی ہوں، در اصل اس ایٹمی عہد میں جہاد بالسیف کا شوق پالنے، جہاز کے عہد میں اونٹ سے حج کرنے اور ایس ایم ایس اور ای میل کے دور میں کبوتر اور گھوڑے سے خط بھیجنے کا جنون رکھنا ہے۔

مخبرین کی تعداد

علامہ رحمتی نے لکھا ہے: **مَعنی الاِستِفَاضَۃِ أَن تَأتِي مِن تِلَكَ البَلَدَۃِ جَماعاتٌ مُتَعَدِّدُونَ** (استفاضہ کے معنی یہ ہیں کہ اس شہر سے متعدد جماعتیں آئیں) جیسا کہ اوپر مسطور ہوا کہ علامہ رحمتی کی یہ عبارت استفاضہ کی حقیقت کو بیان نہیں کر رہی ہے، بلکہ اس کی ایک صورت کو بیان کر رہی ہے۔ استفاضہ کی حقیقت صرف یہ ہے کہ متعدد مستند بیانات سے کسی خبر کے صدق کا ظن غالب حاصل ہو جائے۔ لہٰذا اب اس میں:

۱- جماعتوں کے آنے کی بات

۲- اور ان جماعتوں کے متعدد ہونے کی بات

دونوں ہی باتیں، استفاضہ کی حقیقت نہیں ہو سکتیں۔ ہاں! ان سے استفاضے

کی ایک صورت ضرور واضح ہوتی ہے۔ علامہ سید محمد مدنی میاں اور مفتی محمد نظام الدین رضوی وغیرہ معاصر علمانے بھی ان میں سے پہلی شرط کو محض اتفاقی اور حقیقت استفاضہ سے خارج تسلیم کیا ہے۔(۱) مفتی صاحب اور دیگر علما کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعتوں کے متعدد ہونے کی بات بھی محض اتفاقی ہے۔ زمانۂ سابق میں رمضان وعید کے موقع پر استفاضہ کے بروقت تحقق کی ایک وہی صورت تھی۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ استفاضہ کے تحقق کے لیے جماعتوں کا تعدد نہیں، افراد کا تعدد چاہیے۔ اس لیے جماعتیں متعدد نہ ہوں، بلکہ الگ الگ متعدد افراد بھی کسی معاملے کی خبر دیں اور اس سے ایک طرح کی یقینی کیفیت حاصل ہو جائے تو اس خبر کو بھی خبر مستفیض کہا جائے گا۔

اب یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ جماعتوں کا تعدد اور ان کا آنا دونوں ہی محض اتفاقی قید ہیں، اصل صرف تعدد وشہرت اور استناد خبر ہے، مدنی میاں کی اس عبارت کو دیکھتے ہیں:

> اب رہا یہ مسئلہ کہ کتنے لوگوں کو متعدد جماعت کہا جائے؟ اور ان کی خبر کو خبر مستفیض کہا جائے؟ اس کے لیے پہلے یہ متعین کرنا ہوگا کہ ایک جماعت کا اطلاق کتنے لوگوں پر کیا جائے؟ اگر دو فرد کو ایک جماعت قرار دیا جائے تو متعدد جماعت چار یا چھ افراد پر مشتمل ہوگی۔ یوں ہی اگر ایک جماعت تین کو کہا جائے تو متعدد جماعت میں ٦ یا ١٩ افراد ہوں گے۔ اسی طرح اگر ایک جماعت چار افراد کو کہا جائے تو متعدد جماعت ٨ یا ١٢ افراد پر مشتمل ہوگی۔ (ٹیلی فون کے ذریعہ چاند کے شرعی ثبوت سے متعلق علماء اہل سنت کے فتوے، ص:۳)

---

(۱) دیکھیے: موبائل سے استفاضۂ خبر، کب اور کیسے؟ از مفتی محمد نظام الدین رضوی، ص:۳۹، ۴۰/ ٹیلی فون کے ذریعہ چاند کے شرعی ثبوت سے متعلق علماء اہل سنت کے فتوے، ص:۳

غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ علامہ سید محمد مدنی میاں کی طرف سے خبر مستفیض کے مخبرین کی تعداد کے بارے میں غیر متعینہ طور پر ۴، ۶، ۸، ۹، ۱۲ کے عدد کا ذکر کیا جانا دراصل علامہ رحمتی کی عبارت **جماعات متعددون** کی توضیح وتشریح ہے اور یہ تشریح دو باتوں پر منحصر ہے:

۱- تعدد جماعت کا اعتبار

۲- تعدد جمع کے تعلق سے دو یا تین کا احتمال

اسی طرح بعض اہل علم نے خبر مستفیض کی تعداد متعین طور پر نو بتائی ہے۔ غالب گمان ہے کہ یہ بھی علامہ رحمتی کی **جماعات متعددون** کی توضیح ہے، جس میں جماعت اور تعدد دونوں کو تین تین مان لیا گیا ہے اور تین کو تین سے ضرب دے کر نو کا عدد برآمد کیا گیا ہے۔

اگر جماعت کی قید کو محض اتفاقی سمجھا جائے، جس کی وضاحت ماسبق میں ہو چکی ہے تو اب صرف تعدد وجمع کی تحقیق رہ جائے گی جو ۲ یا ۳ افراد سے متحقق ہوتا ہے۔ گذشتہ سطور میں علامہ ابن حجر کے حوالے سے بھی یہی تعداد مذکور ہوئی ہے۔ لیکن عربی قواعد کے لحاظ سے جمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے اور اسی کی توثیق علامہ کمال ابن ہمام کے اس بیان سے ہوتی ہے:

> خبر واحد کی ایک قسم خبر مستفیض ہے اور وہ ایسی خبر ہے جس کے راوی تین یا اس سے زائد ہوں۔ **مِنهُ قِسمٌ يُسَمّٰى المُستَفِيضَ: مَا رَوَاهُ ثَلَاثَةٌ فَصَاعِداً۔** (التحریر فی اصول الفقہ، ص:۳۱۱، مصطفی البابی، ۱۳۵۱ھ)

تاہم اس معاملے میں اصل الاصول مخبرین کی وہ تعداد ہے جس پر قاضی کو اطمینان وانشراح حاصل ہو جائے۔ اسی کی طرف علامہ ابن حجر نے بھی آخر میں اشارہ کیا ہے اور یہی بات آخر میں جا کر خود سید مدنی میاں نے بھی کہی ہے۔ رقم طراز ہیں:

اس مقام پر سب سے زیادہ خوب صورت بات یہ ہے کہ متعدد جماعت کے مسئلے کو قاضی یا اس کے قائم مقام کے صواب دید پر چھوڑ دیا جائے، وہ خود تعداد مقرر کریں، وہ تعداد ایسی ہو جن کا غلط بیانی پر اتفاق کر لینا خود قاضی کی نگاہ میں عادۃً ناممکن ہو اور جن کی خبروں سے خود قاضی کو ثبوت ہلال کا یقین شرعی (ظن غالب) حاصل ہو جائے۔

(ٹیلی فون کے ذریعہ چاند کے شرعی ثبوت سے متعلق علماء اہل سنت کے فتوے، ص: ۳)

مفتی رشیدی کا ارشاد

خبر مستفیض کے سلسلے میں علامہ مفتی عبید الرحمٰن رشیدی صاحب لکھتے ہیں:

رہی یہ بات کہ علامہ رحمتی نے استفاضۂ شرعی کا جو معنی بتایا ہے کہ بلدۂ ثبوت سے متعدد جماعتیں آ کر بیان دیں تو یہ ان کے دور کے اعتبار سے ہے کہ ان کے دور میں تحقیق کی بس یہی ایک صورت تھی۔ یہ موجودہ ذرائع ابلاغ ان کے دور میں نہیں تھے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ تحقیق اسی معنی میں منحصر ہو۔''

۔۔۔۔۔موبائل کا حال، تار، ٹیلی فون سے کافی مختلف ہے، اس میں وسائط نہیں ہوتے، مخبر کی خبر براہ راست موصول ہو جاتی ہے۔[اب ٹیلی فون کا بھی یہی حال ہے: مصباحی] یہ خبر **لا یعلم من اشاعھا** [ایسی خبر جس کے اڑانے والے کا کوئی اتا پتا نہ ہو۔] کی منزل میں نہیں ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر مختلف جگہوں سے رویت ہلال کی خبریں موصول ہوں اور باتحقیق ہوں تو یہ استفاضۂ شرعی ہو جائیں گی۔''(۱)

---

(۱) ''موبائل کی خبروں سے استفاضۂ شرعی کا تحقق'' کے عنوان سے ایک مختصر تحریر مفتی صاحب کے مرید ومعتمد مولانا ابرار رضا رشیدی مصباحی نے ۱۳، اگست ۲۰۱۳ء کو بذریعۂ ای میل مجھے بھیجی تھی۔

افواہ سے احتراز

استفاضہ میں اس بات کا اہتمام ضرور کرلیا جائے کہ خبر مستند ہو، محض افواہ نہ ہو۔ افواہ اس خبر کو کہتے ہیں جو کہا گیا اور سنا گیا جیسے مجہول بنیادوں پر قائم ہو۔ کس نے کہا اور کس بنیاد پر کہا، یہ کوئی نہ بتا سکے۔ سننے میں آیا ہے۔ لوگ کہہ رہے تھے۔ اس قسم کی باتیں عموماً افواہ ہوتی ہیں۔ ان کا کوئی سر پیر نہیں ہوتا۔

استفاضہ میں اس قسم کا بیان ہوتا ہے کہ میں نے خود قاضی صاحب یا فلاں ذمہ دار سے سنا۔ فلاں مسجد کے امام نے اعلان کیا اور اس کو میرے بھائی نے سنا۔ میرے ایک شناسا ہیں انہوں نے بتایا کہ فلاں مقام کے قاضی صاحب نے اعلان کر دیا یا فلاں جامع مسجد میں فلاں دن تراویح ہوئی۔ خلاصہ یہ کہ خبر کا سلسلہ مخبر اول یا واقعہ تک مستند پہنچ رہا ہو اور یہ خبر متعدد طرق سے ہو تب یہ خبر مستفیض ہوگی، ورنہ مجہولین عن مجہولین کی خبریں استفاضہ کے بجائے عموماً افواہ ہوا کرتی ہیں۔ تحقیق کے بعد پتہ چلتا ہے کہ یہ خبر سرے سے تھی ہی نہیں، کسی مردود نے اڑا دی تھی اور سب کی زبان پر آ گئی تھی۔ خبر مستفیض اور افواہ کو حدیث مشہور اور زبان زد موضوع احادیث کی مثالوں سے بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

كُلٌّ مِنهُمْ يُخبِرُ عَنْ أَهْلِ تِلْكَ الْبَلْدَةِ أَنَّهُمْ صَامُوا عَنْ رُؤْيَةٍ لَا مُجَرَّدِ الشُّيُوعِ مِنْ غَيرِ عِلْمٍ بِمَنْ أَشَاعَهُ كَمَا قَدْ تَشِيعُ أَخْبَارٌ يَتَحَدَّثُ سَائِرُ أَهْلِ الْبَلْدَةِ وَلَا يُعْلَمُ مَنْ أَشَاعَهَا كَمَا وَرَدَ: أَنَّ فِي آخِرِ الزَّمَانِ يَجْلِسُ الشَّيْطَانُ بَيْنَ الْجَمَاعَةِ فَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ فَيَتَحَدَّثُونَ بِهَا وَيَقُولُونَ لَا نَدْرِي مَنْ قَالَهَا فَمِثْلُ هَذَا لَا يَنْبَغِي أَنْ يُسمَعَ فَضْلًا عَنْ أَنْ يَثْبُتَ بِهِ حُكْمٌ. اهـ قُلْت: وَهُوَ كَلَامٌ حَسَنٌ وَيُشِيرُ إلَيْهِ قَوْلُ الذَّخِيرَةِ إذَا استَفَاضَ وَتَحَقَّقَ فَإِنَّ التَّحَقُّقَ لَا يُوجَدُ بِمُجَرَّدِ الشُّيُوعِ۔

خبر دینے والے سب یہ اطلاع دیں کہ فلاں شہر میں لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے، محض افواہ سے نہیں جس کا پھیلانے والا معلوم نہیں ہوتا، جیسا کہ اکثر ہوتا ہے کہ بہت سی خبریں شہر میں پھیل جاتی ہیں اور ان کو پھیلانے والا معلوم نہیں ہوتا، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آخری زمانے میں شیطان لوگوں کے درمیان آ کر بیٹھے گا اور کوئی بات کہہ کر چلا جائے گا، لوگ ایک دوسرے سے بیان کرنے لگیں گے۔ لیکن ان سے پوچھے جانے پر وہ کہیں گے کہ ہم نہیں جانتے یہ بات کس نے کہی۔ ایسی باتیں سرے سے نا قابل التفات ہیں، چہ جائے کہ ان سے کوئی شرعی حکم ثابت کیا جائے۔

میں کہتا ہوں: یہ کلام بہت عمدہ ہے اور ذخیرہ کی اس عبارت میں اسی طرف اشارہ ہے: خبر مستفیض وہ خبر ہے جو مشہور اور ثابت ہو؛ کیوں کہ محض افواہ کی بنا پر کوئی امر ثابت نہیں ہوتا۔ (ردالمحتار: ۲ / ۳۹۰)

اعلان ہلال کے طریقے

رویت شخصی کو اجتماعی سطح پر اعتبار اس وقت ملتا ہے جب کہ اس پر قاضی اسلام کی توثیق ہو جائے۔ قاضی کی توثیق کے بعد اعلان عام کر دیا جاتا ہے اور وہ اعلان قاضی کے حدود قضا میں معتبر و مستند سمجھا جاتا ہے۔ پھر اسی اعلان کے مطابق عربی مہینوں کی گنتی ہوتی ہے اور اسی اعلان سے رمضان و عیدین کا فیصلہ ہوتا ہے۔ عہد رسالت میں اس کی مثال ہمیں ابوداؤد کی حسب ذیل روایت میں ملتی ہے:

> حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ ایک بار ہلال رمضان کے سلسلے میں اختلاف ہو گیا۔ لوگوں کا ارادہ اب عدم صیام و قیام کا بن گیا۔ اتنے میں مقام حرہ سے ایک اعرابی آیا اور اس نے اس بات کی گواہی دی کہ اس نے چاند دیکھا ہے۔ اسے بارگاہ رسالت مآب میں حاضر کیا گیا۔ حضور نے پوچھا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! اور پھر اس نے اس بات کی شہادت دی کہ اس نے چاند دیکھا ہے۔ اس کے بعد حضور نے بلال سے کہہ کر رمضان کے قیام و صیام کا اعلان کرا دیا۔ (کتاب الصوم، بَابٌ فِي شَهَادَةِ الْوَاحِدِ عَلَى رُؤْيَةِ هِلَالِ رَمَضَانَ)

ہم دیکھتے ہیں کہ عامۃ المسلمین کے لیے اعلان ہلال کے باب میں فقہا نے اتنی کڑی شرطیں نہیں رکھی ہیں جتنی مجلس قاضی میں ثبوت ہلال کے باب میں رکھی ہیں۔ اس کی وضاحت فقہا کے بیان کردہ طرق اعلان سے ازخود ہو جائے گی۔

اعلان ہلال کے لیے ہر زمانے میں ممکنہ، مفید اور آسان طریقوں کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔ قدیم فقہا نے اپنے زمانے کے لحاظ سے ممکنہ وسائل استعمال کیے، آج ہم اپنے زمانے کے لحاظ سے ممکنہ جدید وسائل کا استعمال کر سکتے ہیں۔ احتیاط اس میں صرف یہ کیا جائے گا کہ ایسے ذرائع و وسائل کا استعمال کیا جائے جس سے بہتر طور سے قضاے قاضی کی اطلاع عامۃ المسلمین تک ہو سکے۔ نیز اس میں فراڈ اور غلطی کے امکانات عادۃً نہ ہوں۔

رہا خطا کا مطلق امکان تو یہ ثبوت ہلال کے تمام طریقوں میں بھی پایا جاتا ہے، خواہ شہادت ہو کہ شہادت علی الشہادۃ، شہادۃ علی القضا ہو کہ خبر استفاضہ، مطلق احتمال خطا سے پاک ان میں سے کوئی نہیں۔ ویسے بھی قاضی کے سامنے جو کچھ بات پیش کی جائے گی وہ خواہ شہادت یا استفاضہ کی شکل میں ہی کیوں نہ ہو، وہ بات فی الواقع خبر ہوگی اور خبر اپنی حقیقت کے لحاظ سے صدق و کذب کا احتمال رکھتی ہے۔

بہر کیف! آنے والی سطور میں اعلان ہلال کے قدیم و جدید چند اہم طریقوں کو بیان کیا جاتا ہے:

ا-قدیم طریقے

الف-منادی سلطان

ماضی میں اعلان ہلال کے لیے منادی کا استعمال ہوتا تھا۔ ایک شخص نگاڑا پیٹتا ہوا گشت کرتا اور حاکم شہر یا قاضی شہر کی طرف سے اعلان کرتا جاتا۔ عام مسلمان اس تنہا شخص کے اعلان کو معتبر سمجھتے اور اس کے اعلان کے مطابق رمضان و عید کرتے۔

فقہا نے لکھا ہے کہ منادی سلطان کا عادل ہونا بھی شرط نہیں، اگر وہ فاسق بھی ہو جب بھی اس کے اعلان کا اعتبار کیا جائے گا۔علامہ برہان الدین ابن مازہ بخاری حنفی (۶۱۶ھ) لکھتے ہیں:

منادي السلطان يقبل خبره عدلاً كان أو فاسقاً.

منادی سلطان کی خبر قبول کی جائے گی، خواہ وہ عادل ہو یا فاسق۔

(المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی:۵/ ۳۹۴)

جواہر الاخلاطی کے حوالے سے فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

خَبَرُ مُنَادِي السُّلْطَانِ مَقْبُولٌ عَدْلًا كَانَ أَوْ فَاسِقًا۔

منادی سلطان کی خبر مقبول ہے، عام ازیں کہ وہ عادل ہو یا فاسق۔

(الفتاوی الہندیۃ:۵/ ۳۰۹)

علامہ شامی نے ردالمحتار (۲/ ۳۸۶) میں اہل بادیہ کے لیے شہر سے توپ کی آواز اور منارے کی روشنی کو ثبوت ہلال کے لیے کافی مانا ہے۔اس سے استدلال کرتے ہوئے فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

یہیں سے ظاہر ہوا کہ ایسے اسلامی شہر میں منادی پر بھی عمل ہو گا حتی کہ اس کی عدالت بھی شرط نہیں جب کہ معلوم ہو کہ بے حکم سلطانی ایسا اعلان نہیں ہوسکتا۔(فتاویٰ رضویہ:۱۰/ ۴۲۰)

فاضل بریلوی نے منادی اسلام کے اعلان کا ذکر کرتے ہوئے نہایت اختصار کے ساتھ اس کی شرطوں کا بھی ذکر کر دیا ہے۔

غور سے دیکھیے تو پتہ چلے گا کہ اعلان ہلال کے باب میں فقہا نے اتنی آسانی فرمادی ہے کہ اس میں رمضان وعید دونوں کے حق میں بہر طور ایک شخص کو ہی کافی مان لیا ہے۔مزید اسے عدالت کی شرط سے بھی آزاد کر دیا ہے۔بس اتنی شرط کو کافی رکھا ہے کہ اس

شہر یا ملک میں بے اذن سلطان ایسا اعلان نہ ہوتا ہو۔ غور کیجیے کہ یہاں اس بات کا پورا پورا احتمال ہے کہ کوئی شر پسند فاسق وفاجر اپنی طرف سے ہی ڈھول پیٹ دے، لیکن اگر شہر میں عرف وتعامل ایسا ہو کہ ایسا اعلان سلطان اسلام یا قاضی اسلام کے اذن کے بغیر خود سے نہ ہوتا ہو تو مذکورہ احتمال کے باوصف ایسا اعلان مسلمانوں کے حق میں معتبر ومستند ہے۔

ب-توپ اور شمع منارہ

شہر میں اگر ایسا معہود ومتعارف ہو کہ ۲۹ شعبان یا ۲۹ رمضان کو ثبوت رویت کے بعد اعلان ہلال کے لیے حاکم اسلام اور قاضی شرع کی جانب سے توپ داغی جاتی ہو یا بلند مینارے پر شمع روشن کردی جاتی ہو تو یہ آواز اور روشنی بھی اعلان ہلال کے باب میں کافی وشافی اور مستند ومعتبر ہے۔ ماضی میں اعلان ہلال کا ایک طریقہ یہ بھی تھا۔ اس حوالے سے علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

> ظاہر یہی ہے کہ اہلِ دیہات پر شہر سے توپوں کی آواز اور قندیلوں کو دیکھنے سے روزہ لازم ہوجاتا ہے؛ کیوں کہ یہ علامت ظاہرہ ہے۔ اس سے غلبۂ ظن حاصل ہوجاتا ہے اور غلبۂ ظن، شرع میں عمل کا موجب ہوتا ہے، جیسا کہ فقہا نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ رہا یہ احتمال کہ یہ عمل رمضان کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے ہوا ہو، بعید ہے؛ کیوں کہ ۲۹ شعبان کو یہ عمل ثبوت رمضان کے علاوہ کسی اور کام کے لیے عادۃً نہیں ہوتا۔(۱)

یہاں پر دیکھیں کہ علامہ شامی نے اعلان ہلال کے لیے کتنی آسانی فرمادی:

۱-اعلان ہلال کے لیے انسان کی بھی شرط نہیں، چہ جائے کہ مسلم یا عادل کی شرط ہو۔ فقط توپ کی آواز اور مینارے کی روشنی ہی کافی ہے۔

---

(۱)(ردالمحتار:۲/۳۸۶)

۲- نفس احتمال خطا، اعلان اور ذریعۂ اعلان کی معتبریت کو رد نہیں کرتا، بلکہ احتمال کی دو قسمیں ہیں؛ احتمال قریب اور احتمال بعید۔ عام طور پر جو مروج و معہود ہو وہ احتمال قریب ہے اور جو عام طور سے مروج و معہود اور معمول نہ ہو، وہ احتمال بعید ہے۔

۳- اعلان ہلال کے باب میں وہی احتمال خطا قابل قبول ہے جو معروف و مروج اور معمول و متداول ہو۔ ایسا احتمال جس کا وقوع عام طور پر نہ ہوتا ہو، وہ احتمال مردود ہے اور رویت ہلال کا اعلان، خطا کے اس احتمال بعید کے ہوتے ہوئے بھی معتبر و مستند ہے۔

علامہ شامی نے اعلان ہلال کے ان دونوں طریقوں کو گاؤں والوں کے لیے معتبر مانا ہے۔ يَلْزَمُ أَهْلَ الْقُرَى الصَّوْمُ بِسَمَاعِ الْمَدَافِعِ أَوْ رُؤْيَةِ الْقَنَادِيلِ (۱) فاضل بریلوی نے اس پر خوب صورت حاشیہ لگایا:

> یہاں بھی وہی شرائط مشروط ہوں گے کہ اسلامی شہر میں حاکمِ شرع معتمد کے حکم سے انتیس کی شام کو توپوں کے فائر صرف بحالتِ ثبوت شرعی رؤیت ہلال ہوا کرتے ہوں، کسی کے آنے جانے کی سلامی وغیرہ کا اصلاً احتمال نہ ہو۔
>
> ...... پھر جہاں کی توپیں شرعاً قابلِ اعتماد ہوں، اُن پر عمل اہلِ دیہات ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عندالتحقیق خاص اس شہر والوں کو بھی اُن پر اعتماد سے مفر نہیں کہ حاکمِ شرع کے حضور شہادتیں گزرنا، اُس کا اُن پر حکم نافذ کرنا، ہر شخص کہاں دیکھتا سُنتا ہے۔ بحکمِ حاکم اسلام اعلان عام کے لیے ایسی ہی کوئی علامتِ معہودہ معروفہ قائم کی جاتی ہے جیسے توپوں کے فائر یا ڈھنڈورا وغیرہ۔ (فتاویٰ رضویہ: ۱۰/ ۴۲۰)

سطور ذیل میں اب چند جدید طریقوں پر نظر ڈالتے ہیں:

---

(۱) ردالمحتار: ۲/ ۳۸۶

۲-جدید طریقے

سوال یہ ہے کہ موجودہ زمانے میں اعلان ہلال کے لیے حاکم اسلام، قاضی اسلام یا مفتی شہر کون سا طریقہ اپنائے۔ کیا آج بھی عظیم الشان اور پر شور شہروں کے گلی کوچوں میں نگاڑا پیٹا جائے یا جامع مسجد کے میناروں پر قندیل روشن کی جائے اور روشن کر بھی دی جائے تو اسے کتنے لوگ دیکھیں گے؟ اب تو شہر اتنے بڑے ہو چکے ہیں کہ قندیلوں کی روشنی اور توپوں کی آواز پورے شہر میں، بلکہ شہر کے ایک محلے تک بھی نہیں پہنچ سکتی، چہ جائے کہ اطراف کی بستیوں تک پہنچ سکے۔

آج مسلم اور غیر مسلم حکومتیں اپنا اعلان ٹیلی ویژن، ریڈیو، اخبارات اور انٹرنیٹ کے ذریعے کرتی ہیں۔ آج خود مسلمانوں کے اپنے ٹیلی ویژن چینل ہیں، ایف ایم ریڈیو چینل آسانی سے چھوٹے چھوٹے ادارے اپنے طور پر قائم کر سکتے ہیں، بعض اخبارات مسلمان خود نکالتے ہیں، اکثر بڑے مدارس، خانقاہوں، علما کی اپنی ذاتی ویب سائٹس ہیں، ان وسائل کا استعمال کر کے آج رویت ہلال کا اعلان کیوں نہیں ہو سکتا؟ متشددین سے قطع نظر عام علما کو اعلان رویت ہلال کے لیے ان جدید ذرائع کے استعمال سے کون سی چیز مانع ہے؟ بطور خاص اس زمانے میں جب کہ ان ذرائع سے شائع خبروں کی تحقیق بہت ہی آسان ہے۔ کیا صرف اس لیے ان ذرائع اعلان کو مسترد کر دیا جائے کہ یہ ذرائع ماضی میں نہیں تھے؟ یا اس لیے انہیں رد کر دیا جائے کہ ڈھول تاشہ اور نگاڑا بجانے، شمع روشن کرنے اور توپ داغنے کے بہ نسبت ان ذرائع میں شبہات اور احتمالات زیادہ ہیں؟ کیا واقعی ایسا ہے؟ قاضی شہر کے ذاتی موبائل نمبر سے اطراف اور قرب و جوار کے ائمہ و مدرسین رابطہ کریں اور قاضی کی طرف سے بتایا جائے کہ رویت کا اعلان کر دیا گیا ہے تو کیا یہ اطلاع کافی

نہیں؟ کیا اس دلیل میں مینار کی قندیلوں سے بھی کم روشنی ہے؟ یا یہ صرف ضد اور اصرار ہے؟ یہ مسئلہ بھی حل طلب ہے کہ اگر قاضی القضاۃ فی الملک اعلان کردے اور وہ اعلان ان جدید ذرائع کے توسط سے اس طور سے ملک بھر میں شائع و ذائع ہوجائے کہ اس اعلان کا یقین یا ظن غالب حاصل ہوجائے تو کیا اس کے بعد بھی ہر مفتی محلہ اور امام مسجد کے لیے عینی شاہد کے مطالبے کا حق رہتا ہے؟ آخر ہمیں کیا ہوگیا ہے کہ شریعت تو آسانی چاہتی ہے(۱) لیکن ہم؛ پریشانی اور مشکل پسندی کے خواہاں ہیں؟

جدید ذرائع ابلاغ کی ہمہ گیریت نے اعلان کے مسئلے کو بہت ہی آسان کردیا ہے۔ نئے عہد میں شکوک وشبہات سے پاک متعدد موثر وسریع الاشاعت ذرائع سامنے آئے ہیں۔بعض ذرائع میں جو یک گونہ احتمالات ہیں، ان کے ازالہ کے موثر ترین ذرائع بھی موجود ہیں۔

اب چند جدید ذرائع اعلان اور ان کے طریقہ ہائے استعمال پر روشنی ڈالی جاتی ہے:

الف: ٹیلی ویژن

مسلم ریاستوں میں حکومتی ٹیلی ویژن سے قاضی اسلام یا اس کے نمائندے کے ذریعے یا قاضی کے حوالے سے نیوز رپورٹر کے ذریعے بہ آسانی اس کا اعلان کیا جاسکتا ہے جس کا اعتبار پورے ملک میں ہوگا۔ مسلم ممالک میں یہی معمول بھی ہے۔ رہے غیر مسلم ممالک تو ممکن ہو تو وہاں بھی قاضی ٹیلی ویژن پر دن اور تاریخ کی صراحت کے ساتھ رویت ہلال کا اعلان کردے۔ دن اور تاریخ کی صراحت اس لیے تاکہ پرانی ویڈیو دکھانے کا احتمال ختم ہوجائے، یا ملک کے معتبر چینلز کو قاضی اپنا

---

(۱) يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (بقرہ:۱۸۵) وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ (حج:۷۸)

تحریری یا تقریری بیان ریکارڈ کرادے اور نیوز رپورٹر کے ذریعے اس کا اعلان ہوجائے۔ بڑے نیوز چینلز ہلال رمضان وعید کے معاملے میں کسی قابل ذکر قاضی کے تعلق سے غلط بیانی نہیں کرسکتے۔عرف اور قانون کا یہی تقاضا ہے۔

ب: پریس کانفرنس

بڑے قضاۃ اس بات کا اہتمام کرسکتے ہیں کہ رویت ہلال کے ثبوت کے بعد فوراً پریس کانفرنس کرکے اپنی بات میڈیا کے ذریعے عوام تک پہنچادیں۔

ج: ویب سائٹ اور بلاگ

ویب سائٹس اور بلاگ موجودہ عہد میں اعلان واعلام کے موثر ذرائع ہیں۔ شخصی ویب سائٹس اور بلاگ کا رواج اب عام ہوتا جارہا ہے۔قاضی حضرات اپنی شخصی ویب سائٹ/ بلاگ تیار کرالیں اور جب ان کے نزدیک رویت ہلال کا ثبوت ہوجائے تو اسے اپنے بلاگ/ ویب سائٹ پر ڈال دیں۔ چوں کہ یہ اعلان ان کے ذاتی بلاگ/ ویب سائٹ کے ذریعے سامنے آئے گا، اس لیے زیادہ مستند اور قابل اعتماد ہوگا۔اس اعلان کے لنک کو سوشل میڈیا پر شیئر کرکے اسے تیزی کے ساتھ عام کیا جاسکتا ہے۔مزید استناد کے لیے اپنے لیٹر ہیڈ پر دستخط، مہر، تاریخ، وقت اور فون نمبر کی صراحت کے ساتھ اپنا تحریری بیان بھی اپنے ویب سائٹ/ بلاگ پر اپ لوڈ کردیں۔

د: فیس بک اور ٹیوٹر

فیس بک اور ٹیوٹر جیسے سوشل سائٹس پر اب عام طور پر علما موجود ہیں۔اس پر قاضی صاحبان اپنا ذاتی اکاؤنٹ کھول لیں اور اس ذاتی اکاؤنٹ کے ذریعے اپنا اعلان عام کردیں۔ان ذرائع سے بجلی کی طرح ملک بھر میں یہ اعلان گشت کرجائے گا۔بہتر یہ ہے کہ وہ اپنا بیان یہاں بھی اپنے لیٹر ہیڈ پر تاریخ، وقت، دستخط، مہر اور فون نمبر کے ساتھ ہی اپ لوڈ کریں۔

ہ: ویڈیو ریکارڈنگ

ایک نہایت آسان راستہ یہ ہے کہ موبائل کی مدد سے اپنے اعلان کی ویڈیو ریکارڈنگ کرا دیں، اس میں دن، تاریخ اور وقت کی صراحت کر دیں، پھر سوشل میڈیا کے ذریعے اسے نشر کر دیں۔ قاضی حضرات یہ بھی کر سکتے ہیں کہ اپنا یا اپنے ادارے کا یوٹیوب چینل بنوالیں اور اپنے آفیشیل یوٹیوب چینل سے راست اپنا ویڈیو بیان نشر کر دیں۔ فیس بک پر لائیو ویڈیو کا آپشن بھی موجود ہے، جس کی مدد سے قاضی صاحبان اپنے پرسنل فیس بک اکاؤنٹ سے لائیو ویڈیو بیان دے سکتے ہیں اور اس طرح ان کا اعلان بہت جلد ملک کے گوشے گوشے میں عام ہو جائے گا۔

و: وہاٹس ایپ اور ٹیلی گرام

وہاٹس ایپ اور ٹیلی گرام جیسے سوشل میڈیا کی مدد سے بھی قاضی حضرات اپنا اعلان لیٹر ہیڈ، آڈیو اور ویڈیو کی شکل میں بہت جلد ملک بھر میں عام کر سکتے ہیں۔

ز: ایف ایم ریڈیو

آج کل پرسنل میڈیا کا رواج بڑھتا جا رہا ہے۔ اسی سیاق میں ایف ایم ریڈیو کا چلن بھی بڑھا ہے۔ بڑے ادارے آسانی سے اسے قائم کر سکتے ہیں اور اس کے ذریعے اپنے دینی و شرعی اعلانات کر سکتے ہیں۔ یہ انتہائی معتبر ذریعہ ہے۔

ح: وائس اور ویڈیو کالنگ

موبائل اور فون کے ذریعے بھی قاضی اپنے حلقۂ قضا میں بہ آسانی اعلان کر سکتا ہے۔ مختلف علاقوں کے علما قاضی سے ٹیلی فونک رابطہ کر کے اس کے مطابق اپنے اپنے علاقے میں اعلان کر سکتے ہیں۔ اس کے لیے وہ آڈیو اور ویڈیو کالنگ کا استعمال کر سکتے ہیں۔ باب اعلان میں قاضی کے معلوم فون نمبر پر اعتماد کرنے میں ذرہ برابر احتمال نہیں ہے۔ ۲۰۱۸ء کے موبائل اور فون کو ۱۹۱۸ء کے فون اور ٹیلی گرام پر قیاس کرنا، انتہائی حد تک سادگی ہے۔

یہ اور اس قسم کے دیگر جدید ذرائع اعلان کے لیے انتہائی موثر اور سریع الانتشار ہیں۔ ان میں احتمال خطا عادۃً نہ ہونے کے برابر ہے۔ بالفرض اگر ان ذرائع سے کبھی کسی طرح کا کوئی فراڈ سامنے آتا بھی ہے تو پھر انہی ذرائع کی مدد سے ان کا ازالہ فوری طور پر کیا جاسکتا ہے۔

قابل ذکر ہے کہ رویت ہلال کے اعلان کے لیے ان میں سے بیشتر طریقوں کا استعمال شروع بھی ہو گیا ہے۔ اہل علم کا ایک بڑا طبقہ اعلان کے ان طریقوں کو درست بھی سمجھتا ہے، جب کہ ایک طبقہ دز دیدہ ان طریقوں کا استعمال کرتا ہے۔ ایک طبقہ وہ بھی ہے جس کی نظر میں کہ یہ تمام طریقے غیر معتبر ہیں، لیکن وہ اپنے مواقف کے اثبات اور عدم رویت کے اعلان کے لیے سب سے پہلے انہی ذرائع کا استعمال کرتا ہے۔ ایک طبقہ وہ ہے جو ان ذرائع کو اس لیے فتنہ مانتا ہے کہ اس کی رائے کے برخلاف امت مسلمہ نے شرق تا غرب ان ذرائع کو قبول کرلیا ہے۔ یہ طبقہ ان ذرائع کی اثر انگیزی کے سبب اپنی اجارہ داری کو سمٹتا ہوا دیکھتا ہے، اس لیے اسے ایک مغربی لعنت سمجھتا ہے، جب کہ واقعہ یہ ہے کہ جدید ذرائع ابلاغ انسانوں کی آسانی اور بھلائی کے لیے اللہ رب العزت کی جانب سے انعام ہیں۔ ایسے میں ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان کی قدر کریں اور ان کا درست استعمال سیکھیں۔ یہ تحریر اسی حقیقت کی تفہیم کے لیے معرض وجود میں آئی۔

جدید برقی ذرائع ابلاغ اگر اس لیے لعنت ہیں کہ ان کے ذریعے شر وفتن، نیز کفر وضلالت اور بے حیائی و بے غیرتی کا فروغ عام ہے تو یہ سارے شر تو قرطاس وقلم کے ذریعے بھی پھیلائے جاتے رہے ہیں، جن کا سلسلہ ہنوز جاری ہے، تو کیا اس وجہ سے قرطاس وقلم کو بھی کلیۃً مسترد کردیا جائے؟ بعض انسان چور، بدمعاش اور جھوٹے ہوتے ہیں تو کیا اس کے معنی یہ لیے جائیں کہ سارے انسان ناقابل اعتبار ہیں؟ **وَ العَیَاذُ باللّٰہِ تعَالیٰ!**

اختلاف مطالع کا اعتبار

رویت ہلال کے باب میں ایک بڑا سوال اختلاف مطالع کے اعتبار اور عدم اعتبار کا بھی ہے۔آج جب ہم اس مسئلے پر غور کرتے ہیں تو ممکنہ طور پر اس کی کل چار صورتیں بنتی ہیں:

(۱) کسی ایک مقام پر رویت ہلال ہوجانے کے بعد جہاں تک اس رویت کا شرعی ثبوت شرعی طریقے سے پہنچ جائے، بلا تخصیص واستثنا، وہاں تک اس رویت کو معتبر سمجھا جائے، یہاں تک کہ ایک رویت شرعی کا شرعی ثبوت اگر پوری دنیا کے مسلمانوں تک پہنچ جائے تو اس کی بنیاد پر پوری دنیا میں ایک ساتھ رمضان وعید ہو۔

(۲) رویت کا اعتبار مطلع کے اعتبار سے ہو، چنانچہ جہاں جہاں تک مطلع ایک ہو، وہاں تک اس رویت کا اعتبار کیا جائے اور جہاں سے مطلع تبدیل ہو جائے، وہاں سے اس رویت کا اعتبار نہ ہو۔لہٰذا اگر متعدد ممالک کا مطلع ایک ہو تو ایک جگہ کی رویت کو ان تمام ممالک میں معتبر سمجھا جائے اور اگر ایک ملک میں مختلف مطالع ہوں تو اختلاف مطالع کی بنیاد پر ایک ملک میں رویت کے ثبوت کے باوجود اسے پورے ملک کے لیے معتبر نہ سمجھا جائے اور حسب رویت و مطلع ملک کے الگ الگ حصوں میں الگ الگ رمضان وعید کا اہتمام کیا جائے۔

(۳) ایک جگہ کی رویت اس سے آگے مغربی خطوں میں معتبر مانی جائے، مگر اس کے برعکس نہیں۔ چوں کہ اگر ایک جگہ رویت ہوتی ہے تو اس کی غربی جانب میں یقیناً رویت ہوگی، رہی جانب شرقی کی بات تو اس میں یک گونہ احتمال ہے کہ اس طرف رویت ہوئی بھی یا نہیں، بلکہ یہ بھی مشتبہ ہے کہ ادھر رویت ممکن بھی ہے یا نہیں؟

(۴) رویت ہلال کا اعتبار ملک کے اعتبار سے ہو، یعنی کسی ملک میں کسی ایک مقام پر بھی اگر رویت ثابت ہو جائے تو اس کی بنیاد پر اس پورے ملک میں ایک ساتھ رمضان وعید کا اہتمام ہو۔

ان چار صورتوں میں کون سی صورت صحیح یا راجح ہے؟ اس نتیجے پر پہنچنے سے قبل اس حوالے سے قدیم وجدید نصوص اور اقوال وآرا پر ایک نگاہ ڈالتے ہیں:

اثر ابن عباس

امام مسلم نے حضرت کریب کی یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ام فضل بنت حارث نے انہیں امیر معاویہ کے پاس ملک شام کو بھیجا۔ کریب کہتے ہیں کہ میں شام پہنچا اور وہاں اپنا جو کام تھا اسے مکمل کیا۔ وہیں شام میں ہی رمضان شروع ہوگیا۔ میں نے جمعہ کی رات کو چاند دیکھا۔ پھر مہینے کے آخر میں، میں مدینہ واپس آیا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس نے مجھ سے چاند کے تعلق سے دریافت فرمایا کہ تم لوگوں نے چاند کب دیکھا؟

میں نے جواب دیا: ہم لوگوں نے جمعہ کی رات کو دیکھا تھا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس نے پوچھا: کیا تم نے بھی دیکھا تھا؟

میں نے کہا: ہاں! میں نے بھی دیکھا تھا اور دیگر لوگوں نے بھی دیکھا تھا۔ سب نے روزہ رکھا۔ خود امیر معاویہ نے بھی روزہ رکھا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس نے کہا: لیکن ہم لوگوں نے تو سنیچر کی رات کو دیکھا تھا۔ اس لیے ہم روزہ رکھتے رہیں گے، جب تک تیس کا عدد پورا نہ کرلیں یا چاند نہ دیکھ لیں۔

میں نے عرض کیا: کیا امیر معاویہ کی رویت اور ان کا روزہ رکھنا کافی نہیں؟
حضرت ابن عباس نے فرمایا: نہیں! اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں ایسا ہی حکم دیا تھا۔(۱)

● طرح التثریب فی شرح التقریب میں شیخ تقی الدین کی شرح عمدہ کے حوالے سے ہے کہ حضرت ابن عباس نے جو فرمایا کہ ہمیں اللہ کے رسول ﷺ نے ایسا ہی حکم دیا ہے، ممکن ہے اس سے ان کا اشارہ رویت ہلال کے باب کی اس معروف حدیث کی طرف ہو، جس میں اللہ کے رسول ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو۔ [لَا تَصُومُوا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوا حَتّٰى تَرَوْهُ] (۲) خاص اس مسئلے میں کسی مستقل حدیث کی طرف اشارہ نہ ہو۔ مولف کتاب نے خود بھی اسی رائے کو پسند کیا ہے۔ (طرح التثریب فی شرح التقریب: ۴/۱۱۶)

● قاضی عیاض مالکی (۵۴۴ھ) لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس نے امیر معاویہ کی رویت پر عمل نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ان کا مذہب یہی تھا کہ ہر قوم کے لیے اس کی اپنی رویت معتبر ہے، جسے انہوں نے ذکر بھی کیا۔ یا اس لیے عمل نہیں کیا کہ یہ خبر انہیں شخص واحد سے ملی تھی۔ یا اس معاملہ میں ان کے نزدیک کوئی سقم تھا۔ یا اختلاف مطالع کے سبب اس کا اعتبار نہیں کیا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ مدینہ میں آسمان بے غبار تھا، اس کے باوجود اہل مدینہ نے چاند نہیں دیکھا، اس لیے اہل مدینہ کو اس خبر میں شک تھا۔(۳)

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الصیام، بَابُ بَیَانِ أَنَّ لِکُلِّ بَلَدٍ رُؤْیَتَھُمْ الخ

(۲) صحیح بخاری، کتاب الصوم، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا رَأَيْتُمُ الهِلاَلَ فَصُومُوا۔۔۔

(۳) اکمال المعلم بفوائد مسلم: ۴/۲۱

الفقہ علی المذاہب الاربعۃ میں ہے: **إذا ثبت رؤية الهلال بقطر من الأقطار وجب الصوم على سائر الأقطار، لا فرق بين القريب من جهة الثبوت والبعيد إذا بلغهم من طريق موجب للصوم. ولا عبرة باختلاف مطلع الهلال مطلقاً، عند ثلاثة من الأئمة؛ وخالف الشافعية۔** (۱/ ۵۰۰) روئے زمین کے اگر کسی ایک خطے میں رویت ہلال ثابت ہوجائے تو پورے اہل زمین پر روزہ رکھنا واجب ہوجائے گا۔اوراس ثبوت کے لیے قریب وبعید کا کوئی فرق نہیں ہے، شرط یہ ہے کہ اس کی خبر معتبر طریقے سے پہنچی ہو۔ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں۔اس میں صرف شوافع کا اختلاف ہے۔

شیخ ابوسلیمان بستی (۳۸۸ھ) مذکورہ اثر ابن عباس کی شرح میں رقم طراز ہیں:

چاند اگر ایک شہر میں ایک رات میں نظر آئے، جب کہ وہی چاند دوسرے شہر میں اس سے پہلے والی رات میں نظر آچکا ہو یا اس کے بعد والی رات میں نظر آئے تو اس مسئلے میں لوگوں کا اختلاف ہے۔قاسم بن محمد، سالم بن عبداللہ اور عکرمہ حضرت ابن عباس کے اس اثر کے ظاہر کی طرف گئے ہیں، یہی اسحاق کا بھی مذہب ہے۔ان حضرات کا کہنا ہے کہ ہر قوم کے لیے اس کی اپنی رویت معتبر ہے۔ابن منذر نے کہا: اکثر فقہا کا یہ قول ہے کہ جب لوگوں کے خبر دینے سے ثابت ہوجائے کہ کسی بھی شہر میں لوگوں نے اس سے پہلے ہی چاند دیکھا ہے، تو اس شہر والوں پر ایک روزہ جو چھوٹ گیا ہے، اس کی قضا لازم ہے۔اصحاب الرائے [احناف] اور امام مالک کا یہی قول ہے اور امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔(معالم السنن: ۲/ ۹۸)

مذہب شافعی کی تحقیق

امام نووی شرح مسلم میں اس حوالے سے مذہب شافعیہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب یہ ہے کہ ایک مقام کی رویت تمام لوگوں کو شامل نہ ہوگی، بلکہ صرف مسافت قصر کے اندرون تک کے لیے معتبر ہوگی۔ ایک قول یہ ہے کہ جہاں تک مطلع ایک ہوگا صرف وہیں تک وہ رویت معتبر ہوگی۔ ایک قول یہ ہے کہ ایک اقلیم [ملک] کے اندر معتبر ہوگی، اس سے باہر نہیں۔ جب کہ ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ ایک مقام کی رویت روے زمین کے تمام لوگوں کو عام ہوگی۔ (شرح النووی علی مسلم: ۷/ ۱۹۷)

مذہب حنفی کی تحقیق

سطور بالا سے معلوم ہوا کہ فقہ حنفی میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں۔ یہی ظاہر الروایہ ہے۔ لیکن بعض متاخرین حنفیہ نے بھی شوافع کے طریق پر اس کا اعتبار کیا ہے۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

● علامہ علاء الدین کاسانی حنفی (۵۸۷ھ) لکھتے ہیں:

جب دو شہروں کے درمیان مسافت قریب ہو تو ان کا مطلع مختلف نہیں ہوتا، لیکن اگر مسافت بعید ہو تو ایک شہر کا حکم دوسرے شہر پر نافذ نہیں ہوگا۔ کیوں کہ مسافت فاحشہ کی صورت میں مطالع بدل جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہر شہر میں اس کا مطلع معتبر ہوگا، دوسرے کا نہیں۔(۱)

---

(۱) إذا كَانَتْ الْمَسَافَةُ بَيْنَ الْبَلَدَيْنِ قَرِيبَةً لا تَخْتَلِفُ فِيهَا الْمَطَالِعُ, فَأَمَّا إذا كَانَتْ بَعِيدَةً فَلا يَلْزَمُ أَحَدَ الْبَلَدَيْنِ حُكْمُ الْآخَرِ لِأَنَّ مَطَالِعَ الْبِلَادِ عِنْدَ الْمَسَافَةِ الْفَاحِشَةِ تَخْتَلِفُ فَيُعْتَبَرُ فِي أَهْلِ كُلِّ بَلَدٍ مَطَالِعُ بَلَدِهِمْ دُونَ الْبَلَدِ الْآخَرِ. (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع: ۲/ ۸۳)

● احناف کے موقف پر اثر ابن عباس سے جو اعتراض پڑتا ہے، اس کا جواب دیتے ہوئے صاحب بحر الرائق علامہ ابن نجیم مصری (۹۷۰ھ) فرماتے ہیں:

حضرت ابن عباس نے کریب کی خبر پر اس لیے عمل نہیں کیا کیوں کہ انہوں نے دوسروں کی شہادت کی شہادت نہیں دی تھی، نہ قضاے قاضی کی شہادت دی تھی، [بلکہ صرف رویت کی حکایت بیان کی تھی]، اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ شہادت دی تھی تو انہوں نے لفظ شہادت کا استعمال نہیں کیا تھا اور اگر اسے بھی تسلیم کرلیا جائے تو وہ اکیلے تھے اور خبر واحد پر قضاے قاضی واجب نہیں ہوتا۔

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق: ۲/ ۲۹۱)

علامہ ابن نجیم احناف کے دوسرے قول کے تعلق سے لکھتے ہیں:

ایک قول اختلاف مطالع کے اعتبار کا ہے۔ لہٰذا اگر مطلع مختلف ہو جائے تو ایک شہر کی رویت دوسرے شہر والوں پر حجت نہ ہوگی۔ تبیین الحقائق میں اسے ہی انسب کہا گیا ہے، جب کہ پہلا قول ظاہر الروایہ ہے اور فتح القدیر کے مطابق وہی احوط ہے۔

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق: ۲/ ۲۹۰)

● علامہ شہاب الدین چلپی (۱۰۲۱ھ) کے حاشیہ تبیین الحقائق میں ہے:

مُخْتَارُ صَاحِبِ التَّحْرِيرِ وَغَيْرِهِ مِنْ الْمَشَايِخِ اعْتِبَارُ اخْتِلَافِ الْمَطَالِعِ۔ (حاشیۃ چلپی علی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق: ۱/ ۳۱۷)

صاحب التحریر اور دیگر مشائخ کا مذہب مختار، اختلاف مطالع کے اعتبار کا ہے۔

● علامہ ابن عابدین شامی (۱۲۵۲ھ) اختلاف مطالع کی حقیقت وصورت اور اس کے اعتبار و عدم اعتبار کے حوالے سے اپنا فیصلہ یوں لکھتے ہیں:

واضح رہے کہ اختلاف مطالع کے وجود میں اصلاً کوئی اختلاف نہیں؛ کیوں کہ جب دوشہروں کے بیچ لمبی مسافت ہوتی ہے تو ان میں سے ایک شہر میں چاند طلوع ہوتا ہے، دوسرے میں نہیں ہوتا، اسی طرح سورج کے مطالع بھی مختلف ہوتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ مقامات کی تبدیلی کے سبب سورج کی روشنی سے چاند کے انفصال کا معاملہ بھی تبدیل ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اگر مشرق میں سورج ڈھلتا ہے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ اس وقت مغرب میں بھی ڈھل جائے گا۔یہی حال طلوع فجر اور غروب آفتاب کا بھی ہے، بلکہ ہوتا یہ ہے کہ جب بھی سورج ایک درجے حرکت کرتا ہے تو وہ ایک قوم کے لیے طلوع فجر ثابت ہوتا ہے، جب کہ دوسری قوم کے لیے طلوع آفتاب ہوتا ہے، یونہی وہ کسی قوم کے حق میں غروب ثابت ہوتا ہے تو کسی کے حق میں نصف شب ہوتا ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل زیلعی میں ہے۔

پھر ایسی دوری جس سے مطالع بدل جاتے ہیں، یہ ایک مہینہ یا اس سے زیادہ کی مسافت ہے، جیسا کہ قصۂ سلیمان علیہ السلام کی روشنی میں جواہر کے حوالے سے قہستانی میں ہے۔حضرت سلیمان علیہ السلام ہر صبح اور ہر شام ایک اقلیم سے دوسرے اقلیم کا سفر طے کرتے جن کے بیچ ایک مہینے کی مسافت ہوتی۔لیکن اس استدلال میں جو سقم ہے، وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔

رملی کی شرح منہاج میں ہے کہ تاج تبریزی نے اس پر تنبیہ فرمائی ہے کہ ۲۴ فرسخ سے کم میں اختلاف مطالع کا تحقق ممکن نہیں۔میرے والد نے بھی اسی پر فتویٰ دیا۔اور زیادہ درست بات یہ ہے کہ یہ قابل تحدید ہے،

جیسا کہ میرے والد نے اس پر بھی فتویٰ دیا۔ الخ۔

اختلاف مطالع کے باب میں اصل اختلاف یہ ہے کہ کیا ہر قوم پر اس کے اپنے مطلع کا اعتبار واجب ہے اور دوسرے مطلع کے موافق اس پر عمل واجب نہیں؟ یا اس سلسلے میں یہ اختلاف معتبر نہیں، بلکہ اس کے برخلاف رویت سابق کا اعتبار ہے، یہاں تک کہ اگر جمعہ کی شب مشرق میں چاند نظر آجائے اور اس وقت مغرب میں ہفتہ کی رات ہے، تو ایسی صورت میں اہل مغرب پر اہل مشرق کی رویت کے مطابق عمل واجب ہوگا؟

بعض علما نے پہلے قول کو لیا، علامہ زیلعی اور صاحب فیض نے اسی کو اختیار کیا اور یہی شوافع کا مذہب صحیح ہے؛ کیوں کہ ہر قوم اپنے مطلع کے اعتبار سے مخاطب ہے، جیسا کہ اوقات صلاۃ میں یہی معاملہ ہے۔ اسی لیے صاحب درر نے اس جہت سے اس موقف کی تائید کی ہے کہ جسے عشا اور وتر کا وقت نہیں ملتا، اس پر یہ نمازیں فرض نہیں ہوتیں۔

دوسرا قول ظاہر الروایہ ہے۔ یہی ہم احناف کا، مالکیہ کا اور حنابلہ کا مذہب معتمد ہے۔ وجہ یہ ہے کہ حدیث پاک: **صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ** میں خطاب کا تعلق مطلق رویت سے ہے، جب کہ اوقات صلاۃ کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار: ۲ / ۳۹۳)

● اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (۱۳۴۰ھ) سے سوال ہوا کہ اگر رمضان شریف کا چاند مکہ معظّمہ یا ہندوستان سے دُور دراز ملکوں میں ۲۹ شعبان کو ہُوا اور یہاں ۳۰ شعبان کو چاند نظر آیا، تو ایسی صورت میں چاند کے صحیح ثبوت ملنے پر یہاں کے باشندوں پر ایک روزہ کی قضا لازم آتی ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے صورت مذکورہ میں قضا لازم نہیں، اس لیے کہ جب قریب ملک میں چاند نظر آئے تو اُس کا اعتبار ہے، دُور

ملک کا اس بارے میں اعتبار نہیں، جب کہ عمرو کا قول اُس کے برخلاف ہے۔ اس کے جواب میں فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

عمرو کا قول صحیح ہے، ہمارے ائمہ کرام کا مذہب صحیح و معتمد یہی ہے کہ دربارہ ہلالِ رمضان و عید اختلاف مطالع کا کچھ اعتبار نہیں، اگر مشرق میں رؤیت ہو مغرب پر حجت ہے، اور مغرب میں تو مشرق پر، مگر ثبوت بروجہ شرعی چاہیے، خط یا تار یا تحریرِ اخبار یا افواہ بازار یا حکایتِ امصار محض بے اعتبار۔

تجزیہ

مذکورہ بالا نصوص و اقوال کی روشنی میں حسب ذیل حقائق سامنے آتے ہیں:

۱- اختلاف مطالع کے اعتبار یا عدم اعتبار کا مسئلہ اجتہادی ہے۔

۲- اختلاف مطالع کے اعتبار کی بنا، اثر ابن عباس پر ہے، جس کی متعدد توجیہات کرکے فریق ثانی نے اسے رد کردیا ہے۔

۳- اختلاف مطالع کی عقلی بنیاد بظاہر مضبوط ہے، لیکن دوسرا فریق صوموا لرویتہٖ میں رویت کے مطلق تحقق کی صورت میں- جو روئے زمین پر کسی ایک مقام پر بھی ہو جانے سے ثابت ہو جاتا ہے- اس عقلی بنیاد کو رد کر دیتا ہے۔

۴- جمہور فقہا عدم اعتبار کے قائل ہیں، جب کہ شوافع اس کو معتبر سمجھتے ہیں۔ نیز بعض متاخرین حنفیہ نے بھی اسے معتبر مانا ہے، جس طرح بعض شافعیہ نے اسے نامعتبر مانا ہے۔

۵- یہ واضح ہو جانے کے بعد کہ یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور کتاب و سنت سے اس سلسلے میں ہمیں واضح نصوص نہیں ملتے، اب ضروری ہو گیا ہے کہ اسے اصولی، عقلی، علمی، سائنسی اور استدلالی جہات سے حل کیا جائے۔

تطبیق

اس اجتہادی مسئلے میں جب کہ فقہا دو خانوں میں بٹے ہوئے ہیں، حتیٰ کہ متاخرین فقہاے احناف کا بھی یہی حال ہے، بہتر یہ ہے کہ دونوں آرا کے بیچ تطبیق کی راہ نکالی جائے۔ اختلاف مطالع کے اعتبار یا عدم اعتبار کے حوالے سے حسب ذیل دو طریقوں سے تطبیق کی راہ تلاش کی جاسکتی ہے:

۱- مغرب سے مشرق کی طرف اختلاف مطالع کا اعتبار ہو، لیکن مشرق سے مغرب کی طرف اختلاف مطالع کا اعتبار نہ ہو۔ یعنی مشرق کی رویت مغرب کے تمام خطوں میں معتبر ہو، کیوں کہ جب مشرق میں رویت ہوگئی تو اختلاف مطالع کے باوجود مغرب کی سمت میں رویت یقینی طور پر ممکن ہوگی۔ لیکن اس کے برعکس صورت میں اختلاف مطالع کے ساتھ مغرب کی رویت مشرق میں معتبر نہ ہوگی۔ کیوں کہ ممکن ہے کہ مغرب میں رویت ہو، لیکن اختلاف مطالع کے سبب مشرق میں اس کا سرے سے امکان ہی نہ ہو۔

اس بات کو مشرق و مغرب کے جغرافیے میں دیکھنے کے بجائے، اسے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ جب ایک جگہ رویت ہو جائے تو اس رویت کو روئے زمین کے ان تمام خطوں میں معتبر مانا جائے جہاں رویت ممکن ہے اور جہاں سرے سے چاند کی رویت ممکن ہی نہ ہو، وہاں کے لیے اس رویت کو معتبر نہ مانا جائے۔

۲- مجمع البحوث الاسلامی، قاہرہ نے قمری مہینے کی شروعات سے متعلق منعقد اپنے تیسرے اجلاس میں بتاریخ ۳۰ ستمبر تا ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۶ء میں یہ فیصلہ صادر کیا کہ اگر رات کے حصے میں تھوڑا بھی اشتراک ہو تو اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اگرچہ ممالک مختلف ہوں اور ان کے بیچ بہت زیادہ فاصلہ ہو۔ ہاں! اگر یہ فاصلہ اتنا زیادہ ہو جائے کہ ان کے بیچ رات کا کچھ حصہ بھی مشترک نہ ہو تو ایسی صورت میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا۔ (موسوعۃ القضایا الفقہیۃ المعاصرۃ، ص: ۵۵۷)

علماے ازہر کی یہ تطبیق بھی کافی قریب ہے، تاہم اس میں دشواری یہ ہے کہ رویت کے ثبوت کے لیے بہت زیادہ انتظار کرنا پڑسکتا ہے، یہاں تک کہ مغربی ممالک میں اگر یہاں صبح ہونے سے پہلے پہلے تک بھی چاند ہو جائے تو معتبر طریقے سے اس کی خبر آجانے پر فوراً اس پر عمل کر لیا جائے گا۔کم وبیش یہی دشواری پہلی صورت میں بھی ہے۔

۳-پورے روئے زمین کے لحاظ سے اختلاف مطالع کا اعتبار ہو،لیکن ایک ملک کے اندر اختلاف مطالع کا اعتبار نہ ہو۔پورے گلوب پر اختلاف مطالع کے اعتبار کی وجہ ظاہر ہے، کہ یہاں علمی، عقلی اور عملی تمام تر بنیادیں موجود ہیں، اور جہاں تک ایک ملک میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرنے کی بات ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ:

الف-ایک ملک کے اندر فقہاے جمہور کے موقف اور فقہ حنفی کے ظاہر الروایہ پر عمل کرنے میں بڑی آسانی ہے۔

ب-ایک ملک کے مشاکل ومسائل ایک ہوتے ہیں، اس لیے بہتر ہے کہ خوشی ومسرت کے لمحات بھی ایک ہوں۔

ج-آج ایسا نہیں ہوتا کہ ایک ہی ملک اتنا بڑا ہو کہ اس کے دو شہروں کے بیچ ایک دن کا فرق پڑ جائے۔اس لیے اگر اس کے مغربی شہر میں چاند کی تاریخ تبدیل ہو رہی ہے تو احتیاط اسی میں ہے کہ اس کے مشرقی شہر میں بھی تاریخ بدل جائے۔

د-ایک ملک میں جب مسلمان دو عید کرتے ہیں تو وہ داخلی سطح پر خود بھی بڑی بے کیفی اور بے اطمینانی اور اختلاف وانتشار محسوس کرتے ہیں اور اس پر غیر مسلم قومیں بھی حیرت کرتی ہیں یا مذاق اڑاتی ہیں۔اس لیے مناسب یہی ہے کہ ملکی سطح پر جمہور فقہا کے مطابق عمل کیا جائے، جو کہ حنفی مسلک کے لحاظ سے ظاہر الروایہ اور موقف اصح ہے۔

تنبیہ

ذرائع ابلاغ کی موجودہ وسعت و ہمہ گیریت نے پوری دنیا کو ایک عالمی گاؤں (Global Village) میں تبدیل کر دیا ہے۔ مستقبل قریب میں امید ہے کہ یہ عالمی گاؤں ایک عالمی گھر (Global Home) میں تبدیل ہو جائے گا۔ اس وقت مذکورہ بالا تطبیق کارآمد نہ ہوگی، بلکہ اس وقت پوری دنیا میں انگریزی تاریخ کی طرح ایک عربی تاریخ ہوگی۔ پوری دنیا میں ایک ساتھ رمضان وعید کا اہتمام ہوگا۔ یہی وہ وقت ہوگا جب مذہب حنفی اور قول جمہور پر عمل کیا جائے گا۔ اس وقت مغربی کنارے پر رویت ہلال ہوگی، اس کا معتبر ثبوت آناً فاناً مشرقی کنارے تک پہنچ جائے گا اور اہل مشرق بھی اسی کے مطابق عمل کریں گے۔ یہ وقت ابھی آیا نہیں ہے، مگر جلد ہی آیا چاہتا ہے۔ شاید پچاس سال، یا اس سے کچھ کم یا زیادہ مدت میں۔

مسئلے کا حل

صیام رمضان اور قیام عیدین خالص عبادت ہونے کے باوجود یہ مسلمانوں کے اجتماعی مسائل سے متعلق ہیں اور اجتماعی مسائل ہمیشہ ریاست کے سپرد ہوتے ہیں۔ ریاست کے تعاون کے بغیر اجتماعی امور میں اجتماعیت پیدا ہی نہیں ہوسکتی۔

سرزمین ہند، جہاں اسلامی ریاست نہیں، قضا کا مستحکم نظام نہیں، رویت ہلال کا مسئلہ مسلکی تناظر میں دیکھا جاتا ہے۔ علاقے کے علاقے ایسے ہیں، جہاں قاضی نہیں اور شہر کے شہر ایسے ہیں جہاں ایک ایک مسلک کے چار چار قاضی ہیں، یعنی مسالک بھی اس باب میں مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ اس تناظر میں دو ہی راستے بچتے ہیں:

ا- بین المسالک رویت ہلال کمیٹی کی تشکیل

پاکستان جیسے ممالک کی طرز پر بین المسالک متحدہ رویت ہلال کمیٹی کی تشکیل کی جائے، جو مرکز میں ہو اور مختلف ریاستوں اور علاقوں میں اس کی شاخیں ہوں۔ سب شاخیں موبائل اور انٹرنیٹ سے باہم مربوط ہوں۔ ملک میں جہاں بھی شہادت ہو، اس کی شرعی اطلاع مرکز کو پہنچائی جائے اور مرکز سے اعلان ہو جس کی بازگشت تمام ریاستی اور علاقائی کمیٹیوں سے کرادی جائے۔ اس سے رمضان وعید کے موقع پر جو افراتفری ہوتی ہے اور ہلال عید، خنجر تفریق بن جاتا ہے، اس سے نجات مل جائے گی۔

علامہ غلام رسول سعیدی پاکستان میں قائم نظام رویت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''حکومت پاکستان نے ہر بڑے شہر میں ایک زونل [علاقائی] رویت ہلال کمیٹی بنائی ہے اور ایک مرکزی رویت ہلال کمیٹی ہے۔ جس شہر میں چاند کا ثبوت شرعی ہو جائے تو اس شہر کی رویت ہلال کمیٹی چاند کا فیصلہ کرتی ہے اور اپنے اعلان سے مرکزی رویت ہلال کمیٹی کو مطلع کرتی ہے اور مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا چیرمین ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ اس فیصلے کا اعلان پورے ملک میں نشر کرتا ہے اور ملک کے مسلمان اس فیصلہ کے مطابق روزے اور عید وغیرہ کے احکام بجا لاتے ہیں۔ بعض علما کی طرف سے رویت ہلال کمیٹی پر مسلسل اعتراضات کیے جاتے ہیں، اگر حسن نیت سے مسئلہ کی چھان بین کے لیے اعتراضات کیے جائیں تو یہ مستحسن امر ہے؛ کیوں کہ اس سے مسئلہ کے تمام پہلو واضح ہو جاتے ہیں اور اگر رویت ہلال کمیٹی کے طریقۂ کار میں سقم ہو تو اسے درست کرنے کا موقع ملتا ہے۔

علامہ محمد کرم شاہ الازہری رویت ہلال کمیٹی کے طریقۂ کار کو دلائل سے واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: فقہائے کرام نے جب توپ کی گونج دار آواز اور قندیلوں کی روشنی کو طرق موجبہ میں شمار کیا ہے جو رویت ہلال کے لیے شرعی شہادات ہیں تو ٹیلی ویژن اور ریڈیو کے اعلان کو طرق موجبہ میں شمار نہ کرنا بے انصافی کی انتہا ہے کہ رویت ہلال کمیٹی شرعی شہادات کے بعد رویت کا فیصلہ کرتی ہے اور اس کا چیرمین صاف الفاظ میں اس کا اعلان کرتا ہے کہ ہم نے شرعی ثبوت کی بنا پر رویت ہلال کے متحقق ہونے کا فیصلہ کیا ہے اور ہم اعلان کرتے ہیں کہ کل رمضان ہوگا یا عید ہوگی۔ اس کے بیان سے جو علم شرعی یعنی غلبۂ ظن حاصل ہوتا ہے وہ اس علم شرعی سے

بدر جہا اقویٰ اور ارفع ہے جو توپ کے داغے جانے سے حاصل ہوتا ہے۔

باقی رہا اعلان رویت ،تو یہ بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کی تعمیل ہے جو اس حدیث مبارک میں مذکور ہے: ''ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے۔حضور نے فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے بغیر اور کوئی خدا نہیں؟ اس نے جواب دیا جی ہاں ! پھر فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد (روحی فداہ) اللہ کے رسول ہیں؟اس نے جواب دیا جی ہاں! حضور نے فرمایا: اے بلال !لوگوں میں اعلان کر دو کہ وہ کل روزہ رکھیں ''۔(اس حدیث کو امام احمد کے سوا پانچ اصحاب صحاح نے روایت کیا ہے۔) اور کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ حضرت بلال کے اعلان کو اس بنا پر نظر انداز کر دیا گیا ہو کہ نہ ہم نے چاند خود دیکھا ہے اور نہ ہمارے سامنے دو گواہوں نے شہادت دی ہے، اس لیے ہم اس اعلان پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں۔سیدھی بات تو یہ ہے کہ اگر یہ اعلان شرعاً معتبر نہ ہوتا تو صادق برحق صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال کو اعلان کرنے کا حکم ہی نہ دیتے ،حاکم اسلام کے فیصلہ کا اعلان حضرت بلال کی سنت ہے اور اس پر عمل کرنا جملہ صحابہ کرام کی سنت۔'' (شرح صحیح مسلم: ۳/۵۶)

یہ طریقہ اگرچہ اصولاً بہت آسان ہے، مگر عملاً بلی کے گلے میں گھنٹی باندھنے جیسا مشکل ہے۔معاصر فرقہ پرستانہ ماحول میں ریاست کے تعاون کے بغیر یہ کام مشکل ہی نہیں، ناممکن معلوم ہوتا ہے۔تاہم نئی نسل نئے ذرائع کی برکت سے مسلمانوں کے اجتماعی مسائل کے حوالے سے دن بہ دن حساس اور سنجیدہ ہوتی جا رہی ہے۔ایسے میں ہمیں اس امید سے کوئی چیز مانع نہیں کہ آج نہیں تو کل اس سرزمین میں بھی رمضان

وعیدین میں اجتماعیت کی راہیں کھلیں گی اور آنے والے دنوں میں علما ہلال رمضان وعید کے سلسلے میں بین المسالک رویت ہلال کمیٹی کی تشکیل کی طرف پیش قدمی کریں گے۔(۱)

۲-گروہی اعلانات

جب تک ملکی سطح پر بین المسالک رویت ہلال کمیٹی کی تشکیل نہیں ہوجاتی تب تک یہاں رمضان وعیدین کے معاملے میں اختلاف رائے ہوتے رہنا ایک فطری عمل ہے۔اس لیے جب تک یہاں بین المسالک رویت ہلال کمیٹی وجود میں نہیں آجاتی،جس کے امکانات فی الوقت نہیں دکھ رہے ہیں،تب تک رمضان وعید کے معاملے میں اختلاف رائے کو برداشت کیا جائے۔اس کے ساتھ یہ کیا جائے کہ:

۱-ہر حلقے کے افراد اپنے معتمد علما کے فیصلے پر عمل کریں،لیکن کوئی کسی کے خلاف طعن وتشنیع اور طنز وتعریض نہ کرے۔جس تک رویت کا شرعی ثبوت پہنچے وہ رویت کا اعلان کرے اور جس تک نہ پہنچے یا اس کے معیار پر نہ پہنچے،وہ اعلان نہ کرے۔ان میں کا کوئی شخص بھی اپنی رائے اور تحقیق کو دوسروں پر تھوپنے کی کوشش نہ کرے۔

۲-جو علما جدید ذرائع ابلاغ کو سرے سے معتبر ہی نہیں سمجھتے،انہیں حق ہے کہ اپنے موقف پر عمل کریں۔

---

(۱)اسی رمضان ۱۴۳۹ھ میں پٹنہ بہار میں ڈاکٹر سید شمیم الدین احمد منعمی صاحب کی کوششوں سے ریاستی سطح پر بین المسالک رویت ہلال کمیٹی کی تشکیل عمل میں آئی ہے۔اس میں پٹنہ سے تمام مسالک کے نمائندگان شریک ہیں جو ۲۹ تاریخ کو کسی ایک مقام پر بیٹھ کر متفقہ فیصلہ لینے کے پابند ہیں۔اس کا پہلا خوش گوار مظاہرہ اسی سال عید کے موقع پر ہوا۔ہمارے بعض بریلوی بھائی اس بنیاد پر سر پر آسمان اٹھائے ہوئے ہیں اور کمیٹی کے بریلوی نمائندگان کے خلاف زبان وقلم سے شعلہ فشانیوں میں مصروف ہیں۔ہم اللہ کریم کی بارگاہ سے ان کی توفیق وتسکین کے لیے ملتجی ہیں۔دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اس سلسلے کو دراز فرمائے اور اس کے اثرات بہار کے علاوہ دیگر ریاستوں میں بھی ظہور پذیر ہوں،یہاں تک کہ ہندوستان میں بین المسالک مرکزی رویت ہلال کمیٹی کی تشکیل عملاً ممکن ہو جائے۔آمین!

۳- جو علما جس حد تک جدید ذرائع ابلاغ کو ہلال رمضان وعید کے باب میں معتبر سمجھتے ہیں، انہیں چاہیے کہ ان ذرائع کا سنجیدہ اور بہتر استعمال کریں اور اگر کوشش کے بعد بھی انہیں رویت کا یقین شرعی حاصل نہ ہو تو انہیں بھی حق ہے کہ اپنے مطابق ۳۰ کی گنتی پوری کریں۔

۴- اس بات کا حق کسی کو نہیں پہنچتا کہ دوسرے پر تبرا کرے یا اپنی تحقیق و رائے پر دوسرے کو مجبور کرے۔ رویت ہلال کے باب میں جدید ذرائع ابلاغ کو معتبر سمجھنے والے اور ان ذرائع کے مطابق عمل کرنے والے علما اور مشائخ پر کسی طرح کا تبرا درست نہیں۔

۵- ایک عام بلا یہ ہے کہ لوگ رویت ہلال اور دیگر مسائل شرعیہ میں اپنی تحقیق کو ہی شریعت سمجھتے ہیں اور اس کی خلاف ورزی کو شریعت کی پامالی باور کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے فریق مخالف کو صرف ضعف دلیل کا طعنہ نہیں دیتے، بلکہ سرے سے اپنی تحقیق کے مخالف کو شریعت کا مخالف باور کرتے اور کراتے ہیں۔ یہ روش دین وشریعت اور امت وملت کے حق میں ہلاکت کی حد تک منفی ہے، جس سے توبہ کرنا فرض ہے۔

٦- یہ امت کے زوال وادبار کا لمحہ ہے۔ اس لمحہ میں ہم کوشش کریں کہ رمضان وعیدین جیسے اجتماعی مواقع پر وحدت امت کا مظاہرہ ہو، لیکن بالفرض اگر دلائل وشواہد کے اختلاف کے سبب یہ وحدت قائم نہ بھی ہو سکے تو کم سے کم یہ تو ضرور کریں کہ ہر شخص اپنی اور اپنے حلقہ کی تحقیق کے مطابق عمل کرے۔ البتہ ایک دوسرے کے خلاف کردار کشی، سب وشتم، طنز وتعریض اور اس سے آگے بڑھ کر تجہیل، تحمیق، تضلیل اور تکفیر تک نہ پہنچے۔ یہ امت پہلے سے ہی زخموں سے چور ہے۔ اگر ہم اس کے زخموں پر کوئی مرہم نہیں رکھ سکتے تو یہ احسان تو ضرور کریں کہ مزید اسے کوئی تازہ زخم نہ دیں۔

۷- علما علمی رویہ اختیار کریں، صلحا صلاح وتقویٰ کے خوگر بنیں اور عوام عمل واخلاق کی طرف مائل ہوں۔ جہالت وفساد کو اپنا شیوہ بنانا امت محمدیہ کے حق میں جائز ہے نہ مفید۔

حرف اختتام

مذکورہ بحث سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ رویت ہلال کے باب میں جدید ذرائع ابلاغ کے تعلق سے ہندو پاک کے اکثر علما کے موقف میں لچک اور نرمی ہے۔ عالم اسلام کے بیشتر علما اس باب میں جدید ذرائع ابلاغ سے استفادہ بھی کر رہے ہیں اور باہم جزوی طور پر اختلاف رائے بھی رکھتے ہیں۔ چوں کہ یہ مسئلہ فقہ کے جدید مباحث سے متعلق ہےاور جدید مباحث میں جزوی اختلاف رائے کا وجود فطری ہے، تاہم علمائے کرام کی سنجیدگی اور اس پر عوامی دباؤ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مستقبل قریب میں یہ جزوی اختلافات بھی رفع ہوجائیں گےاور رویت ہلال کے باب میں تار، فون، ریڈیو، اخبار کے ساتھ تمام جدید ذرائع معتبر نہیں، کی رٹ ختم ہوجائے گی۔ ویسے بھی اب یہ تان ٹوٹنے لگی ہےاور اصرار کا جو شور تھا وہ کافی تھم گیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ تفریق و انتشار کے خواہاں بعض علما اس مسئلے کو نہ صرف دیوبندیت اور بریلویت میں تقسیم کرتے ہیں بلکہ ایک ہی مکتب فکر کے وابستگان کو مشربی، درس گاہی اور علاقائی خانوں میں تقسیم کرکے اپنے ذوق افتراق و انتشار کو تسکین فراہم کرتے ہیں۔ تنگ دامانی کا شکوہ ہے، ورنہ عرب وعجم کے علما کی آرا بھی نقل کی جاتیں، جس سے واضح ہوتا کہ اس باب میں عالم اسلام کے جمہور علما کی عام رائے کیا ہےاور ہم مٹھی بھر دیوانے کہاں جارہے ہیں۔

پیش نظر کتاب میں رویت ہلال کے اثبات واعلان کے باب میں جدید ذرائع ابلاغ سے استفادہ کے بعض نئے پہلوؤں زیر بحث لائے گئے ہیں، جن میں سب سے نمایاں ویڈیو کالنگ اور ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعے شہادت کے اعتبار کی وکالت ہے۔ان کے علاوہ ثبوت ہلال کے باب میں جدید ذرائع ابلاغ سے استفادے کی بعض ایسی صورتوں کو دلائل وشواہد سے ثابت کیا گیا ہے کہ ان پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے تحقیق کار خود سے پوچھتا رہا کہ کیا ایسے واضح اور بدیہی مسائل کو بھی ثابت کرنے کی ضرورت ہے؟ آنے والی نسل کو ہمارے لیے یہ سمجھانا بہت مشکل ہوگا کہ ہمیں ان مسائل پر بھی لکھنے اور تحقیق کرنے کی ضرورت تھی۔

بہرکیف! یہ تمام مباحث انتہائی عمیق تفکر و تجزیہ اور خلوص وللّٰہیت پر مبنی ہیں۔ اہل علم سے گزارش ہے کہ ان علمی مباحث کو سنجیدگی سے لیں اور ان کے مفید مطلب نکات کو قبول کریں، تاکہ رمضان وعید کے حوالے سے امت کے حق میں تیسیر، اتحاد اور اتباع کی راہیں نکالی جاسکیں۔اس کے ساتھ اس بات کی بھی گزارش ہے کہ تحقیق کار کے قلم نے جہاں اصابت حق میں خطا کی ہو، اہل علم دلائل وشواہد کے ساتھ اس کی نشان دہی اور رہ نمائی فرمائیں۔غور وفکر کے بعد تحقیق کار کو اپنی رائے سے رجوع ہونے اور مصلحین کے شکریے کے ساتھ کتاب کے دوسرے ایڈیشن کی اصلاح کرنے میں کوئی تامل نہ ہوگا۔

آخر میں صرف ایک بات کہوں گا، وہ یہ کہ ہمیں فقہی معاملات میں فیصلے کرتے وقت عرف اور حالات سے مکمل چشم پوشی یکسر زیب نہیں دیتی۔اس چشم پوشی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سالہا سال لکیریں پیٹنے کے بعد جب ہمیں ہوش آتا ہے تو قافلۂ حیات کافی آگے بڑھ چکا ہوتا ہے اور لوگ ہم پر ہنس رہے ہوتے ہیں۔ٹیلی ویژن پر اسلامی پروگرام کی نمائش، لاؤڈ اسپیکر پر نماز، ٹرین پر نماز اور اس قسم کے کئی مسائل میں ہم اپنا

حشر دیکھ چکے ہیں۔ رویت ہلال کے باب میں اگر ہم نے دور اندیشی سے کام نہیں لیا اور اپنی پرانی روش سے باز نہیں آئے تو اس میں بھی ہمارا حشر کچھ مختلف نہیں ہوگا۔ رویت ہلال کے باب میں جدید ذرائع ابلاغ کے استعمال کو روکنے کی کوشش کرنا طوفان کو روکنے کے لیے شتر مرغ کا ریت میں اپنا سر چھپانے جیسا ہے۔ فیصلہ ہمارے ہاتھ میں ہے، ورنہ۔ ع

سب کچھ لٹا کے ہوش میں آئے تو کیا کیے

مقام غور ہے کہ جو امت چودہ سو سال پہلے سیکڑوں میل کے فاصلے پر بغیر کسی مادی وسیلے کے یا ساریۃ الجبل کے نعرے سن کر معرکے فتح کر رہی تھی، وہ اس برقی دور میں اس قدر وہمی ہوگئی ہے کہ وہ آج مادی وسائل سے آنے والی آواز اور صورت کا بھی یکسر انکار کر دیتی ہے۔ یہ صورت حال کس قدر افسوس ناک ہے!!

بارالٰہ! ہمیں حق کو حق دکھا اور باطل کو باطل اور متعصّبانہ گروہ بندیوں اور تفرقہ بازیوں سے نجات دے۔ اللھم آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلاۃ واکرم التسلیم!

کتابیات

القرآن الکریم

صحیح بخاری، امام محمد بن اسماعیل بخاری (۲۵۶ھ)، دار طوق النجاۃ، طبع اول، ۱۴۲۲ھ

صحیح مسلم، امام مسلم بن حجاج قشیری (۲۶۱ھ)، دار احیاء التراث العربی، بیروت

سنن ابوداؤد، امام ابوداود سجستانی (۲۷۵ھ)، المکتبۃ العصریۃ، بیروت

معالم السنن، امام ابوسلیمان خطابی (۳۸۸ھ)، المطبعۃ العلمیۃ، حلب، طبع اول، ۱۳۵۱ھ

النتف فی الفتاوی، امام ابوالحسن علی سغدی (۴۶۱ھ)، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۴ھ

المبسوط، شمس الائمہ سرخسی (۴۸۳ھ)، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۴۱۴ھ

اکمال المعلم بفوائد مسلم، قاضی عیاض مالکی (۵۴۴ھ)، دار الوفاء، مصر، طبع اول، ۱۴۲۹ھ

بدائع الصنائع، علامہ علاء الدین کاسانی (۵۸۷ھ)، دار الکتب العلمیہ، طبع دوم، ۱۴۰۶ھ

بدایۃ المبتدی، علامہ برہان الدین مرغینانی (۵۹۳ھ)، مکتبہ ومطبعہ محمد علی صبح، قاہرہ

الہدایۃ، علامہ برہان الدین مرغینانی (۵۹۳ھ)، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان

المحیط البرہانی، علامہ برہان الدین بخاری (۶۱۶ھ)، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ

شرح صحیح مسلم، علامہ ابوزکریا شرف نووی (۶۷۶ھ)، دار احیاء التراث العربی، ۱۳۹۲ھ

شرح مختصر الروضۃ، علامہ نجم الدین طوفی (۷۱۶ھ)، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۰۷ھ

طرح التثریب فی شرح التقریب ،علامہ زین الدین عراقی (۸۰۶ھ)،طبع قدیم،مصر

فتح الباری شرح بخاری،علامہ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ)،دارالمعرفۃ ، بیروت،۱۳۷۹ھ

التحریر فی اصول الفقہ ،علامہ کمال الدین ابن ہمام (۸۶۱ھ)، مصطفی البابی،مصر،۱۳۵۱ھ

فتح القدیر،علامہ کمال الدین ابن ہمام (۸۶۱ھ)،دارالفکر، بیروت

البحرالرائق شرح کنزالدقائق،علامہ ابن نجیم مصری (۹۷۰ھ)،دارالکتاب الاسلامی،

الفتاویٰ الفقہیۃ الکبریٰ،علامہ ابن حجر ہیتمی (۹۷۴ھ)المکتبۃ الاسلامیہ،

حاشیۃ علی تبیین الحقائق،علامہ شہاب الدین احمد چلپی (۱۰۲۱ھ)،عالم الکتب، بیروت،۱۴۰۳ھ

الفتاوی الہندیۃ،علماے ہند(۱۱ویں صدی ہجری)،دارالفکر،۱۳۱۰ھ

ردالمحتار،علامہ ابن عابدین شامی (۱۲۵۲ھ)،دارالفکر،بیروت،۱۴۱۲ھ

فتاویٰ رضویہ،اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی (۱۳۴۰ھ)، برکات رضا،پوربندر

الفقہ علی المذاہب الاربعۃ،شیخ عبدالرحمن الجزیری (۱۳۶۰ھ)،دارالکتب العلمیہ ،بیروت

شرح صحیح مسلم،علامہ غلام رسول سعیدی(۱۴۳۷ھ)،فرید بک اسٹال،لاہور،۲۰۰۱ء

موسوعۃ القضایا الفقہیۃ المعاصرۃ،علی سالوس،طبع ہفتم ،مکتبہ دارالقرآن،مصر،۲۰۰۲ء

موبائل کی خبروں سے استفاضۂ شرعی کا تحقق ،مفتی عبیدالرحمٰن رشیدی (عکس مخطوطہ)

موبائل سے استفاضۂ خبر،کب اور کیسے؟مفتی محمد نظام الدین رضوی،جامعہ قادریہ،پونہ،۲۰۱۶ء

استفاضہ سے ثبوت ہلال،مفتی شبیر احمد صدیقی ، گجرات چاند کمیٹی،احمد آباد، گجرات،۲۰۱۵ء

ٹیلی فون کے ذریعہ چاند کے شرعی ثبوت سے متعلق علماء اہل سنت کے فتوے،مولانا محمد عارف اشرفی،جامعہ اشرفیہ حسامیہ،کونڈوا،پونہ،مہاراشٹر

http://m.rediff.com

www.adls.org.nz

(عربی کتب کے بیشتر حوالے المکتبۃ الشاملہ سے ماخوذ ہیں)

Jadeed Zarae Iblaagh Se Suboot-e-Helal

Written by: Zishan Ahmad Misbahi

پیش نظر کتاب میں رویت ہلال کے اثبات واعلان کے باب میں جدید ذرائع ابلاغ سے استفادہ کے بعض نئے پہلوزیر بحث لائے گئے ہیں، جن میں سب سے نمایاں ویڈیو کالنگ اور ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعے شہادت کے اعتبار کی وکالت ہے۔ان کے علاوہ ثبوت ہلال کے باب میں جدید ذرائع ابلاغ سے استفادے کی بعض ایسی صورتوں کو دلائل وشواہد سے ثابت کیا گیا ہے کہ ان پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے تحقیق کار خود سے پوچھتا رہا کہ کیا ایسے واضح اور بدیہی مسائل کو بھی ثابت کرنے کی ضرورت ہے؟ آنے والی نسل کو ہمارے لیے یہ سمجھانا بہت مشکل ہوگا کہ ہمیں ان مسائل پر بھی لکھنے اور تحقیق کرنے کی ضرورت تھی۔

بہرکیف! یہ تمام مباحث انتہائی عمیق تفکر وتجزیہ اور خلوص وللّٰہیت پر مبنی ہیں۔اہل علم سے گزارش ہے کہ ان علمی مباحث کو سنجیدگی سے لیں اور ان کے مفید مطلب نکات کو قبول کریں، تاکہ رمضان وعید کے حوالے سے امت کے حق میں تیسیر، اتحاد اور اتباع کی راہیں نکالی جاسکیں۔

ہمیں فقہی معاملات میں فیصلے کرتے وقت عرف اور حالات سے مکمل چشم پوشی یکسر زیب نہیں دیتی۔ اس چشم پوشی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سالہا سال لکیریں پیٹنے کے بعد جب ہمیں ہوش آتا ہے تو قافلۂ حیات کافی آگے بڑھ چکا ہوتا ہے اور لوگ ہم پر ہنس رہے ہوتے ہیں۔ٹیلی ویژن پر اسلامی پروگرام کی نمائش، لاؤڈاسپیکر پر نماز، ٹرین پر نماز اور اس قسم کے کئی مسائل میں ہم اپنا حشر دیکھ چکے ہیں۔رویت ہلال کے باب میں اگر ہم نے دور اندیشی سے کام نہیں لیا اور اپنی پرانی روش سے باز نہیں آئے تو اس میں بھی ہمارا حشر کچھ مختلف نہیں ہوگا۔

مقام غور ہے کہ جو امت چودہ سو سال پہلے سیکڑوں میل کے فاصلے پر بغیر کسی مادی وسیلے کے یاساریۃ الجبل کے نعرے سن کر معرکے فتح کر رہی تھی، وہ اس برقی دور میں اس قدر وہمی ہوگئی ہے کہ وہ آج مادی وسائل سے آنے والی آواز اور صورت کا بھی یکسر انکار کردیتی ہے!!

SHAH SAFI ACADEMY
Khanqah e Arifia, Saiyed Sarawan, Kaushambi
Allahabad (U.P.) 212213
E-mail: shahsafiacademy@gmail.com

ISBN 978-81-934192-5-0